allurdupdfnovels.blogspot.com

سقوط کرگل

پس منظر۔ پیش منظر

محمد آصف محمود

allurdupdfnovels.blogspot.com

سقوط کرگل

پس منظر ـــــ پیش منظر

محمد آصف محمود

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

○ اہتمام: محمد احسن تہامی

○ مطبع: اے این اے پرنٹرز ـــــ لاہور

○ تاریخِ اشاعت: 1999

○ قیمت: 70 روپے

دارالتذکیر

رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار،
لاہور۔ ۵۴۰۰۰ فون: ۷۲۳۱۱۱۹

جنہیں تعمیرِ گلشن میں لہو دینا نہیں پڑتا
وہ اکثر قوم کی آزادیوں کو بیچ دیتے ہیں

allurdupdfnovels.blogspot.com

انتساب

نہایت وفاشعار کمانڈو
کیپٹن عمار حسین شہید (ستارہ جرأت)
اور
نہایت پیارے دوست
سید افتخار احمد سید

کے

نام

ساری دعاؤں کے ساتھ

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

فہرست

مقدمہ I	5
مقدمہ II	7
ترکش	10
باب اول کرگل 1948ء تا 1999ء	12
باب دوئم اعلان واشنگٹن	37
باب سوئم اعلان واشنگٹن --- کیا کھویا کیا پایا	68
باب چہارم دو طرفہ مذاکرات --- تاریخی پس منظر	79
باب پنجم پاک فوج اور میڈیا وار	93
باب ششم منحوس ٹرائیکا	101
باب ہفتم امریکہ --- ثالث یا فریق	113
باب ہشتم سیاست بازوں کی پھرتیاں	123
باب نہم بے توقیری، کب تک	126
حوالہ جات	131

allurdupdfnovels.blogspot.com

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

مقدمہ ۱

کرگل میں مجاہدین نے بھارت پر فیصلہ کن برتری حاصل کرلی تھی۔ یہ فتح مجاہدین کی دس سالہ قربانیوں اور جہاد کا ثمر تھا۔ اس کے نتیجے میں بھارت کی ایک لاکھ فوج محصور ہو کر رہ گئی تھی۔ یہی نہیں بلکہ اس سے پاکستانی قوم میں بے پناہ جذبہ پیدا ہو گیا تھا' فرقہ واریت ختم ہو گئی تھی' امن و امان کی صورت حال میں بہتری رونما ہو رہی تھی' ملی یکجہتی کی ایسی فضا پیدا ہو گئی تھی کہ پوری قوم متحد ہو کر نواز شریف کی آواز پر مرمٹنے کو تیار تھی۔ ہر طرف ایک ہی پکار تھی کہ بڑھے ہوئے قدم پیچھے نہ ہٹیں لیکن ہمارے لیڈر کے اعصاب جواب دے گئے شب کی تاریکی میں اسلام آباد سے واشنگٹن تک کا سفر بالآخر ایک تاریخی جرم پر منتج ہوا ایک طرف نواز شریف نے قوم سے رشتہ توڑ کر اور مفاد پرست طبقے کا ترجمان بن کر امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کو ترجیح دے ڈالی اور دوسری طرف سرکاری ذرائع ابلاغ نے عوام کے اندر مایوسی اور بددلی پھیلا کر دشمن کے ہاتھ مضبوط کرنے شروع کر دیئے۔ ان حالات میں ایک ایسی کتاب کی اشد ضرورت تھی جو لوگوں کے ذہنوں میں ابھرتے ہوئے سوالات کا مدلل جواب دے سکے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

زیر نظر کتاب درست سمت میں اٹھاوہ بروقت قدم ہے جو جھوٹ کے پردوں میں چھپائے گئے سچ کو نکال کر قاری کے سامنے لایا ہے۔

✶—✶—✶—✶

اس المناک ڈرامے کی کھوکھ سے دو اہم سوالات نے جنم لیا ہے جن کا جواب پوری قوم پر واجب ہے۔

پہلا سوال:۔ کیا ہم ایک آزاد قوم ہیں اور کیا ہمیں اپنے فیصلے کرنے کا آزادانہ اختیار ہے؟ اور اگر ایسا نہیں تو کیا ہم غلامی پر ہی قانع اور رضامند ہیں یا آزادی کی جنگ لڑنے کے لئے تیار ہیں؟

دوسرا سوال:۔ کیا پاکستان میں جمہوری نظام موجود ہے جہاں 99 فیصد عوام کی رائے کو نظرانداز کرتے ہوئے فردواحد پوری قوم کی قسمت کا فیصلہ کردیتا ہے؟

اگر قوم ان سوالات کا جواب دینے پر تیار ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ قوم کے پاس اب بھی وقت موجود ہے۔ اس معاہدے کے نفاذ تک خاصی مہلت ہے تمام لوگ اپنے فیصلے کا اظہار کریں تاکہ پاکستان کے دشمنوں کو پیغام دیا جاسکے کہ ملت بیضاء کٹ تو سکتی ہے جھک نہیں سکتی۔

لیفٹیننٹ (ر) جنرل حمید گل

2۔ عسکری ولا

چکلالہ III راولپنڈی

11-9-99

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

مقدمہ II

مجھے خوشی بھی بے پایاں ہے اور فخر بھی کہ اپنے عزیز محمد آصف محمود کی پہلی تخلیق پر اظہار خیال کر رہا ہوں۔ اگرچہ پہلے ہی میں اس ہونہار نوجوان کی صلاحیتوں کے بارے میں قابل رشک رائے رکھتا تھا لیکن اس نے جس قلیل ترین مدت میں سقوط کرگل پر دانش ورانہ ریسرچ کے بعد اپنی کتاب لکھی یہ اس کے بارے میں اپنی توقعات سے بھی بڑھ کر ہے جس سے میرے دل میں اس کے لئے محبت کے علاوہ احترام کا جذبہ بھی پیدا ہوگیا ہے۔ معرکہ کرگل نے ایک سانحہ کی صورت میں ابنائے وطن کو ہر قسم کی ذہنی اور فکری کشمکش میں مبتلا کردیا ہے اور قوم کی غالب اکثریت پر افسردگی اور پژمردگی کا عالم طاری ہے اور باوجودیکہ کرگل کے بارے میں وہ کلی حقائق سے آگاہ نہیں ہے وہ اس سانحہ کو ایک ناقابل فراموش قومی ذلت و رسوائی کا نشان قرار دے رہی ہے۔ خصوصی طور پر اب جبکہ قوم کے قابل فخر سپوتوں کی جاں سپاری کی داستانیں ان تک پہنچی ہیں اور ان کی جرأت اور مردانگی اور مومنانہ جاں فروشی پر خود بھارتی افواج کے کمانڈروں نے خراج تحسین پیش کیا ہے اور اہل وطن کو ان کے پاک خاکی وجودوں کو لحد میں اتارنے کا جاں گسل فریضہ ادا کرنا پڑا ہے تو قوم پر غم و

allurdupdfnovels.blogspot.com

اندوہ کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی ہے۔ مزید براں جب حکمران قیادت کی طرف سے معرکہ کرگل کی متضاد تشریح و تعبیر کی گئی تو عوام و خواص کی ایک عظیم اکثریت قیادت کے خلاف شدید غصہ اور رنج کا اظہار کرنے پر مجبور ہو گئی ہے۔ دراصل سانحہ کے ذمہ دار احباب نے کرگل کے واقعات کو اس طرح پیش کیا جس سے عوام الناس فکری انتشار سے دوچار ہو جائیں اور ان کی بے بصیرتی کی بدولت جو نقصان عظیم لاحق ہو گیا ہے وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ اگرچہ وطن کا ہر فرد کشمیر اہل کشمیر کے جہاد آزادی کو اپنے ایمان کا جزو بنائے ہوئے ہے تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ اکثر ابنائے وطن کرگل اور اس کے نواح کے جغرافیہ اور تاریخ سے پوری طرح آگاہ نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے اشد ضرورت تھی کہ بنیادی جغرافیائی اور تاریخی حقائق سے بے خبری کا ازالہ کیا جاتا۔ محمد آصف محمود نے یہی کارنامہ سرانجام دیا اور جس کے لئے اس کی اس کاوش کی جس قدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

مجھے اس کتاب کو ایک نہایت ہی قیمتی تاریخی دستاویز کہنے میں کوئی باک نہیں ہے۔ جو کشمیری عوام کی جدوجہد آزادی لڑنے والوں ان کی ہر قسم کی جانی و مالی حمایت کرنے والوں اور تاریخ کے طالب علموں کے لئے ایک قابل قدر دستاویز کام کام دے گی اور نہ صرف جذباتی اور اعتقادی لحاظ سے مجاہدین کو مزید سرگرم عمل کرنے کا ذریعہ بنے گی بلکہ اس سے ان کی فکری اور شعوری پختگی میں بھی گراں قدر اضافہ ہو گا۔

مجھے یقین ہے کہ "سقوط کرگل' پس منظر پیش منظر" کا ہر قاری اس دستاویز سے نہ صرف علمی لحاظ سے مستفید ہو گا بلکہ ادبی لحاظ سے بھی لطف اندوز ہو گا۔ محمد آصف محمود نے اپنے بیان کو رومانوی افسانہ نگاری کی خوبیوں سے بھی اس طرح مزین کیا کہ کتاب کے مطالعہ سے ادبی ذوق کی بھی پوری پوری تسکین ہوتی ہے اور میرے نزدیک بیان کی یہ بھی ایک خوبی ہے کہ اس سے لکھاری کی اپنی شخصیت کی منفرد خوبیوں اور صلاحیتوں کی اثر پذیری ذہن و قلب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ مصنف

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

نے تاریخی واقعات کی روشنی میں اپنے تجربہ کو دلائل سے وزنی بنایا ہے اور بھرپور کوشش کی ہے کہ حالات پر تبصرہ کے سیاسی تقاضوں کو پورا کیا جائے تاہم اس سانحہ پر ایک وطن پرست کی برہمی کا پہلو بھی نمایاں ہے۔

اس کتاب سے محمد آصف محمود کے بارے میں میرا یقین اور بھی پختہ ہو گیا کہ یہ نوجوان فکر و دانش کے تمام شعبوں میں مزید قابل قدر اضافے کرنے کی سعادت حاصل کرے گا۔

معراج خالد

اسلام آباد

10-9-99

allurdupdfnovels.blogspot.com

ترکش

کرگل سے پسپائی کا دکھ تو تھا ہی۔

کرب اس وقت مزید گہرا ہو گیا جب میں نے اچھے خاصے معقول لوگوں کو ہوا میں باتیں کرتے دیکھا۔

حکومتی ذرائع ابلاغ حقائق کو مسخ کر رہے تھے اور محب وطن لوگ دانش کے اس نیال پر کڑھ رہے تھے۔

تب ــــــــ

میں نے سوچا

کہ مجھے مقدور بھر کوشش کر کے حالات و واقعات کی اصل تصویر عوام کے سامنے لانی چاہئے تاکہ کوئی ڈالر زدہ دانشور افلاس کا مارا بانجھ فلسفہ جھاڑنے لگے تو اس کو چپ کرانے کے لئے خاطر خواہ مواد موجود ہو۔

میں اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوا؟

اس کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔

بلاشبہ میں اتنے کم عرصے میں یہ کتاب نہ لکھ پاتا اگر ارشاد محمود' افتخار احمد سید

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

اور صبور علی سید نے میری طرف دست تعاون نہ بڑھایا ہوتا ــــــــ میں ان کا ممنون ہوں۔

خورشید احمد ندیم نے مجھے انگلی پکڑ کر کوچہ صحافت میں چلنا سکھایا اور اس کتاب کی اشاعت بھی انہی نے ممکن بنائی۔ ان کے بارے میں میرے احساسات کیا ہیں ــــــ یہ میں ہی جانتا ہوں ــــ تاہم اتنا ضرور کہوں گا کہ میں اس لحاظ سے خوش قسمت ہوں مجھے اسلام آباد میں خورشید ندیم کی صورت میں ایک بڑا بھائی میسر ہے ــــــــ خدا اسے خوش و خرم رکھے۔

محمد آصف محمود

1417 مقام حیات سرگودھا

715521

10-9-99

allurdupdfnovels.blogspot.com

باب 1

کرگل ـــــ (1948ء تا 1999ء)

یہ یکم اگست 1947ء کی ایک خوشگوار صبح تھی۔

گلگت کے شمال مشرق میں واقع نسبتاً ایک کشادہ جگہ پر منعقدہ اس تقریب میں جس میں جنرل ایچ۔ ایل۔ سکاٹ' مہارانی تارادیوی اور برگیڈیر گھنسارا سنگھ سمیت کئی اعلیٰ حکام موجود تھے' حکومت برطانیہ مہاراجہ کو وہ شمالی علاقے واپس لوٹانے جا رہی تھی جو اس نے 1935ء میں مہاراجہ سے 60 سالہ لیز پر حاصل کئے تھے۔

جنرل ایچ ایل سکاٹ نے چند رسمی الفاظ ادا کئے اور مہاراجہ کی طرف سے نامزد کردہ گورنر برگیڈیر گھنسارا سنگھ کو تمام اختیارات سونپ دیئے۔ مہارانی تارادیوی جوش مسرت میں اٹھی اور جنرل ایچ ایل سکاٹ کا بوسہ لے لیا' تالیوں کا شور بلند ہوا' جاموں کے منہ کھل گئے' پیالوں سے پیالے ٹکرائے اور پھر ایک نہ ختم ہونے والا طوفان بدتمیزی شروع ہو گیا۔

یہ وہ دور تھا جب برطانیہ کی سطوت و حشمت زندگی کے آکسیجن ٹینٹ میں آخری سانسیں لے رہی تھی اور مسلمانان برصغیر حضرت قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں حصول منزل کے قریب پہنچ ہی چکے تھے۔ سرحد کے غیور مسلمان پاکستان کے حق میں فیصلہ دے چکے تھے باقی کی ریاستیں پاکستان یا بھارت میں سے کسی ایک کا انتخاب کر چکی تھیں یا کرنے والی تھیں۔ جغرافیائی اعتبار سے شمالی علاقہ جات اور کشمیر کا الحاق فطری طور پر پاکستان کے ساتھ ہونا تھا کہ یہی فکری اور نظریاتی صداقت بھی تھی۔ اب

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

حکومت برطانیہ نے شمالی علاقہ جات کا کنٹرول واپس مہاراجہ کو سونپ دیا تو مسلمانوں کو فطری طور پر ایک خوشی اور بے پایاں مسرت کا احساس ہوا کہ آنے والے دنوں میں وہ پاکستان کا حصہ ہوں گے اور ان کا شمار اس ریاست کے شہریوں میں ہو گا جو ریاست مدینہ کے بعد اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی دنیا کی دوسری ریاست ہو گی۔

ہنزہ کے ایجوکیشن جے سی او صوبیدار سیف اللہ بیگ مستقبل کے سہانے سپنوں میں کھوئے جب صوبیدار میجر بابر کے پاس پہنچے تو اس کے پس پردہ یہی احساسات تھے لیکن اس وقت انہیں شدید حیرت ہوئی جب صوبیدار میجر بابر نے انہیں سختی سے منع کر دیا کہ مسلمان سکاؤٹس کی طرف سے اس موقع پر خوشی کا کوئی مظاہرہ نہ کیا جائے۔

صوبیدار میجر بابر نے ایک زمانہ دیکھ رکھا تھا۔ وہ اس وقت گلگت کے واحد مسلمان تھے جو اس عہدہ پر پہنچے تھے وہ معاملات کی نزاکت کو جانتے تھے اور آنے والے دور کے افق پر چھائے سیاہ بادلوں کی تاریکی کا دکھ انہیں اندر ہی اندر تلملائے جا رہا تھا۔ اندرون بھارت سے مسلمانوں کے قتل عام کی مسلسل خبروں نے انہیں کچھ زیادہ ہی دوراندیش بنا دیا تھا وہ جانتے تھے کہ مہاراجہ کسی قیمت پر شمالی علاقوں کا پاکستان سے الحاق نہیں کرے گا اور مسلمانوں کو یہ فیصلہ بزور بازو کروانا ہو گا۔ وہ اپنی تمام تر توانائیاں بچا کر رکھنا چاہتے تھے۔ ان کی چشم بینا وہ دور دیکھ رہی تھی جب مسلمانوں کو خطے کی تاریخ اپنے خون سے لکھنا تھی اور وہ وقت آنے تک اپنے ترکش کے تمام تیر سنبھال کر رکھنا چاہتے تھے۔

"پاکستان سے محبت کو اپنے دلوں کے اندر روک لو سیف اللہ بیگ ——— گھنسارا' میتھوسن اور میجر براؤن کو ذرا بھی شبہ پڑ گیا تو تحریک آغاز میں ہی اپنے انجام سے دوچار ہو جائے گی"

"تحریک؟ کون سی تحریک؟" صوبیدار سیف اللہ بیگ مجسمہ حیرت بن گئے۔

اور پھر جب صوبیدار میجر بابر نے انہیں مستقبل کی ہولناک تصویر دکھاتے ہوئے اپنے عزائم سے آگاہ کیا تو صوبیدار کا ہاتھ بے اختیار ماتھے سے جا لگا "میں آپ کو سیلوٹ کرتا ہوں سر' میں آپ کو سیلوٹ کرتا ہوں" رندھے لہجے اور نمناک پلکوں کا بوجھ لئے صوبیدار سیف اللہ بمشکل اپنا فقرہ مکمل کر پائے۔

حالات جس تیزی سے بدل رہے تھے اس میں ٹھہرنے' رکنے اور سوچنے کی مہلت نہیں تھی۔ جو کچھ کرنا تھا جلد از جلد کرنا تھا۔ صوبیدار میجر بابر اگلے ہی روز کیپٹن حسن سے جا کر ملے۔ جہاندیدہ صوبیدار میجر جانتے تھے کہ زیرو رسک تو کوئی آپشن نہیں ہوتا۔ کیپٹن حسن سے ملنے کا فیصلہ کر کے انہوں نے ایک بڑا خطرہ مول لیا تھا خود ان کا تعلق تو گلگت سکاؤٹس سے تھا جس کے 100% فوجی مسلمان تھے لیکن کیپٹن حسن کی بات اور تھی۔ حسن کے دادا سکھوں کے ساتھ مل کر کئی معرکوں میں داد شجاعت دکھا چکے تھے اور خود حسن برما کے محاذ پر اپنے اعلیٰ جواہر کی بدولت وکٹوریہ کراس سے نوازے جا چکے تھے۔ اس میں کوئی شک نہ تھا کہ کیپٹن حسن جیسا آدمی تحریک میں شامل ہو جاتا تو اس کی اٹھان دیکھنے کے لائق ہوتی' کیپٹن کا تجربہ' مہارت اور بہادری تحریک کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتا۔ "لیکن اگر کیپٹن نے تحریک کا حصہ بننے سے انکار کر دیا اور برگیڈیر گھنسارا سنگھ کو آنے والے طوفان کی خبر کر دی تو کیا ہو گا" یہ سوچ ہی صوبیدار میجر کو اندر سے ہلا کر رکھ دیتی۔ کتنی ہی دیر صوبیدار میجر اپنے اندر سے اٹھنے والے جوار بھاٹا سے متصادم رہے ——— اور پھر جیسے وہ ایک فیصلے پر پہنچ گئے۔

رات کا کوئی پہر تھا جب گلگت سکاؤٹس کے صوبیدار میجر نے سٹیٹ آرمی کے کیپٹن کے گھر آتش دان کے بائیں جانب بیٹھ کر اپنا دل کھول کر رکھ دیا اب انہیں کیپٹن کے جواب کا انتظار تھا۔ ان کی بے تاب نگاہیں کیپٹن کے چہرے پر گڑی تھیں جہاں ایک متانت بھری سنجیدگی اور پروقار ٹھہراؤ تھا۔ کتنی ہی دیر سرد فضا کا مہیب سناٹا صوبیدار میجر کے اعصاب تڑخاتا رہا پھر کمرے کا سکوت ٹوٹا اور ایک بارعب آواز بلند ہوئی۔

"صوبیدار صاحب' آپ کل مجھے گلگت سکاؤٹس کی رپورٹ کریں میں سٹیٹ آرمی کو دیکھتا ہوں۔ صوبیدار صاحب' یہ بات کچھ عجیب سی لگتی ہے لیکن جس راہ پر

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

ہم چل نکلے ہیں اس کا تقاضا ہے کہ آنے والی ہر رکاوٹ کو راستے سے ہٹا دیا جائے"
کیپٹن حسن جذباتی ہو رہے تھے "اگر آپ کبھی، کسی موڑ پر، کسی لمحے یہ محسوس کریں کہ کوئی، حتیٰ کہ میں کیپٹن حسن بھی لڑکھڑا گیا ہوں تو مجھے گولی مار دینا"

✶—✶—✶—✶

گلگت سکاؤٹس سے کیپٹن حسن کی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ یہ فورس صرف مسلمانوں پر مشتمل تھی وقت پڑنے پر اسی نے تحریک کا ہراول دستہ بننا تھا۔ یہی وجہ تھی کیپٹن حسن نے صوبیدار میجر بابر کو گلگت سکاؤٹس کا جائزہ لینے کا حکم دیا تھا۔ اس وقت علاقے میں ڈوگرہ فوج کی کل تعداد 1200 تھی جس میں 500 مسلمان فوجی تھے ایسے میں اگر گلگت سکاؤٹس بغاوت پر آمادہ ہو جاتے تو کامیابی یقینی تھی کیونکہ مقامی مسلم آبادی کا تعاون بھی اس جنگ میں اہم کردار ادا کرتا۔

یہ ستمبر 1947ء کے آخری عشرے کی بات ہے۔

صوبیدار میجر بابر نے ایک میٹنگ بلائی جس میں گلگت سکاؤٹس کے بااعتماد لوگوں کو بلایا گیا۔ میٹنگ کا ایجنڈا یہ تھا کہ اگر مہاراجہ پاکستان کی بجائے بھارت کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کرتا ہے تو گلگت سکاؤٹس کا کیا کردار ہو گا؟ خاموش تماشائی رہا جائے گا؟
ڈوگرہ فوج کے ساتھ تعاون کیا جائے گا؟
یا
بغاوت کرتے ہوئے بزور طاقت پاکستان سے الحاق کی کوشش کی جائے گی؟

میٹنگ میں صوبیدار میجر بابر کے علاوہ صوبیدار سیف اللہ بیگ، جمعدار فدا علی، جمعدار سلطان فیروز صوفی، جمعدار شاہ سلطان اور جمعدار شاہ خان شامل تھے۔ کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے بغاوت کی کامیابی کو خارج از امکان قرار دیتے ہوئے خاموش رہنے کا مشورہ دیا۔ یہ دو آدمی کون تھے، صوبیدار میجر بابر نے کبھی خود کسی کو بتایا نہ کسی کو اجازت دی کہ اس راز کو فاش کیا جائے چنانچہ جب ہم اس سوال کی تلاش میں تاریخ کے صفحات کھنگالتے ہیں تو ہمیں ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ صوبیدار میجر نے

ان کو قائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر وہ بضد رہے کہ حکومت سے ٹکرانا ان کے بس کی بات نہیں چنانچہ رازداری کا وعدہ لے کر ان کو جانے دیا گیا۔ باقی چار افسروں نے صوبیدار میجر کے ساتھ جینے مرنے کے پیمان باندھے اور طے ہوا کہ حکومت پاکستان کو ایک خط لکھ کر تمام حالات سے آگاہ کرتے ہوئے پوچھا جائے کہ وہ ہماری مدد میں کس حد تک جا سکتے ہیں۔ چنانچہ صوبیدار میجر بابر نے تین خط لکھے۔ ایک حضرت قائداعظمؒ کے نام، دوسرا لیاقت علی خان کے نام اور تیسرا خط عبدالرب نشتر کے نام لکھا۔ (1)

خطوط لکھے جا چکے تو اگلا مسئلہ درپیش ہوا کہ انہیں بھیجا کیسے جائے۔ کافی غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ ایک قابل اعتماد آدمی ان خطوط کو لے کر پاکستان پہنچے اور وہاں سے پوسٹ کر دے۔ یہ نازک ذمہ داری گلگت سکاؤٹس کے سپاہی جہاندار خان کو سونپی گئی جس نے گلگت سے ایبٹ آباد تک پیدل سفر طے کیا اور 14 دن کے اس سرفروشانہ سفر کے بعد ایبٹ آباد پہنچ کر یہ خطوط پوسٹ کر دیئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا کوئی جواب نہ ملا۔

✶—✶—✶—✶

کیپٹن حسن کو پل پل کی پیش رفت سے آگاہ کیا جا رہا تھا چونکہ مہاراجہ کا نمائندہ برگیڈیئر گھنسارا گلگت میں قیام پذیر تھا اس لئے کیپٹن حسن کو پیغام بھیجا گیا کہ جتنا جلد ممکن ہو وہ بونجی سے گلگت شفٹ کر جائیں۔ کیپٹن حسن گلگت جانے کے امکانات پر غور کر رہے تھے مگر کوئی راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ بونجی میں تعینات تھے اور ایک مسلم آفیسر کے لئے یوں کھڑے کھڑے گلگت چلے جانا نہ صرف خود کو بلکہ پوری تحریک کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ کیپٹن حسن یہ رسک نہیں لے سکتے تھے۔ ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی آپشن نہ تھا کہ وہ اس مشکل گھڑی میں رب کائنات کے

1۔ آزاد کشمیر ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس محمد یوسف صراف نے اپنی کتاب FOR FREEDOM KASHMIRIS FIGHT میں لکھا ہے کہ ایک چوتھا خط بھی تھا جو خان عبدالقیوم خان کو بھیجا گیا تھا (والیم نمبر 2۔ ص 995)

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

آگے سر بسجود ہو کر عنایات کے طالب ہوں۔

کیپٹن کا اضطراب دیدنی تھا۔ تحریک کے سربراہ کی حیثیت سے ان کا گلگت میں ہونا ضروری تھا مگر دانش کا تقاضا یہی تھا کہ ابھی خود کو Expose نہ کیا جائے۔ دوسری طرف صوبیدار میجر بابر کی طرف سے پیغام پر پیغام آ رہا تھا کہ جیسے بھی ممکن ہو کیپٹن حسن گلگت پہنچیں تاکہ "کام" شروع کیا جا سکے۔ ادھر بریگیڈئر گھنسارا سنگھ پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا کہ وہ پاکستان کے حق میں فیصلہ کریں حتیٰ کہ جب میجر براؤن نے بھی اس کو بھی یہی مشورہ دیا تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور اسے اپنا اقتدار سنگھاسن ڈولتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے کرنل ماجد سے رابطہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ ایک کمپنی فوراً گلگت بھیج دی جائے کیونکہ یہاں حالات مخدوش ہیں۔ کرنل ماجد نے دانستہ طور پر یا دانستگی میں یہ تاریخ ساز فیصلہ کر ڈالا کہ کیپٹن حسن کمپنی لے کر فوراً گلگت پہنچیں۔ کیپٹن حسن پہلے ہی مسلمان سپاہیوں کو کسی بھی ایمرجنسی سے نبٹنے کے لئے تیار کر چکے تھے انہیں کوئی مشکل پیش نہ آئی اور اسی روز یعنی 31 اکتوبر کو حکم ملنے کے محض 40 منٹ بعد شام 4 بجے کیپٹن حسن گلگت کو چل پڑے۔

جس وقت کیپٹن حسن گلگت کو روانہ ہوئے گلگت کا سکوت برہم ہو چکا تھا۔ بریگیڈیر گھنسارا نے میجر براؤن کے سامنے کرنل ماجد سے رابطہ کیا تھ اور میجر براؤن نے جو پاکستان کے بارے میں نرم گوشہ رکھتا تھا یہ معلومات صوبیدار میجر محمد بابر خان کو پاس آن کر دیں۔ صوبیدار میجر کے لئے اب مارنے اور مرنے کا مقام آ گیا تھا۔ انہیں کیپٹن حسن کی عدم موجودگی کا دکھ تو ہوا مگر اب ان کے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا۔ انہیں جو کرنا تھا آج رات ہی کر گزرنا تھا کہ نئی کمپنی پہنچنے کے بعد تو شاید بریگیڈئر گھنسارا ان کے وجود ہی سے گلگت کو "پاک" کر دیتا۔

یہ شام 6 بجے کا وقت تھا۔ صوبیدار میجر اپنے قابل اعتماد ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے حتمی فیصلہ کرنے جا رہے تھے۔ انہوں نے تمام صورت حال اپنے رفقاء کار کے سامنے رکھی اور مشورہ طلب کیا۔ سب نے صوبیدار میجر کی رائے پر صادر کر دیا——

"فتح یا شہادت" ان سرفروشوں کے پاس اب اور کوئی راہ نہ تھی۔ موت تو آنا ہی ہوتی ہے اور ان سپوتوں نے موت کے وقت اور مقام کا تعین خود کر لیا تھا——

آفرین ہو ان پر۔ رات 1 بجے کو Zero Hour قرار دیا گیا۔ میجر براؤن بھی صوبیدار میجر سے آن ملا اور چند سرفروشوں نے بریگیڈیر گھنسارا کی رہائش گاہ کا محاصرہ کر لیا۔ شکست خوردہ بریگیڈیر نے صرف ایک شرط پیش کی "صوبیدار میجر محمد بابر خان مجھے جان کی سلامتی کا یقین دلائیں"۔ صوبیدار میجر نے ایک چٹ پر چند الفاظ تحریر کر کے اپنے دستخط کئے اور بریگیڈیر نے سرنڈر کر دیا۔ صوبیدار میجر بابر نے اپنے ہاتھوں میں پکڑے سبز ہلالی پرچم کو عقیدت بھرا بوسہ دے کر ایجنسی ہاؤس پر نصب کر دیا۔

یکم نومبر کو کیپٹن حسن اپنی کمپنی کے ساتھ گلگت پہنچے تو صوبیدار بابر کے مٹھی بھر جانباز کتاب زیست کا اگلا ورق الٹ چکے تھے۔

بے سروسامان مجاہدین کے حوصلوں کے لئے اس فتح نے مہمیز کا کام کیا۔ ڈوگرہ فوج میں بغاوت پھوٹ پڑی۔ گلگت سکاوٹس پہلے ہی صرف مسلمانوں پر مشتمل تھی اور اب سالار تحریک کیپٹن حسن کی اپنی کمپنی کے ساتھ آمد نے حالات کا رخ موڑ دیا۔

صوبیدار میجر بابر اور کیپٹن حسن نے ایک طویل میٹنگ کے بعد فیصلہ کیا کہ لوہا گرم ہے لہٰذا چوٹ لگانے میں سستی نہیں کرنی چاہئے۔ کیپٹن حسن نے وہ دن اپنے آپ کو منظم کرنے میں لگایا۔ "فوج" کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

(1) ٹائیگر ونگ ——— س کی کمان کیپٹن نے اپنے پاس رکھی۔

(2) اسکیمو ونگ ——— اس کی کمان جمعدار شاہ خان کو سونپی گئی۔

(3) ایکس فورس ——— اس کی کمان احسان الٰہی کو دی گئی۔ میجر طفیل شہید نشان حیدر اسی فورس کا حصہ تھے اور آپ نے ایکس فورس میں ہراموش کی جانب پیش قدمی کے دوران بہادری اور جفاکشی کی کئی مثالیں چھوڑیں۔

تقسیم ہو چکی تو کیپٹن حسن نے بھیگی پلکوں سے چھلکتے ارفع عزائم کے ساتھ اپنے سرفروشوں سے مختصر سا خطاب کیا' مختصر لائحہ عمل بتایا اور اللہ کا نام لے کر اپنے اپنے

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

منتخب شدہ محاذوں کی جانب کوچ کا حکم دے دیا۔

یہ جانباز کیسے لڑے؟ اور انہوں نے کیسے کیسے محیرالعقول کارنامے سرانجام دیئے؟ یہ ہماری عسکری تاریخ کا ایک قابل فخرباب ہے۔ مئورخ نے کبھی ان مجاہدوں کی داستانیں رقم کیں تو لوگ حیران ہو کر سوچا کریں گے۔

ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی

اے کاش کہ ہم نے ان کی قربانیوں' ان کے جذبوں اور ان کے عزائم کو جانا ہوتا' آگہی حاصل کی ہوتی اور اے کاش کہ ہم نے ان سرفروشوں کی قربانیوں سے اغماض نہ برتا ہوتا لیکن افسوس ہم نے توریت ہی بنا ڈالی ہے کہ ہر اس لہو کو اجنبی قرار دے دیا جائے جو پاکستان کی خاطر بہا ہو۔

سلام ہو کیپٹن حسن اور اس کے جانبازوں پر جو اپنے اپنے محاذوں پر ڈٹ گئے اور کامران ٹھہرے۔ میں یہ بات دعویٰ سے کہتا ہوں کیپٹن حسن پر اگر کبھی مورخ نے قلم اٹھایا تو پھر ہمیں یہ طعنہ کوئی نہیں دے سکے گا کہ

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی

بات سے بات نکل گئی اور بہت دور تک چلی گئی ——— واپس لوٹتے ہیں۔

ٹائیگر ونگ کو لے کر حسن بانڈی پورہ کو چل دیئے' ایگل فورس ہراموش کو روانہ ہوئی اور اسکیمو ونگ کو کرگل کی جانب پیش قدمی کا حکم دیا گیا۔

* — * — * — *

یہ غالباً یکم مئی کا دن تھا جب اسکیمو فورس نے جمعدار شاہ خان [1] کی قیادت میں چلام سے کرگل کی جانب پیش قدمی شروع کی۔ 3 دن کے سفر کے بعد جب یہ قافلہ گلتری پہنچا تو موسم کی شدت کے ہاتھوں 4 مجاہد شہید اور 60 فراسٹ بائٹ کا شکار ہو چکے تھے۔ جمعدار شاہ خان کی بقیہ سپاہ کا حال بھی خاصا پتلا تھا۔ منفی دس درجہ حرارت میں دن رات مسلسل سفر نے ان کے اعصاب تڑخا دیئے تھے۔ جمعدار شاہ خان نے

1۔ جمعدار شاہ خان بعد ازاں پاکستان ایئر فورس میں ونگ کمانڈر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

جب اپنے سرفروشوں کو موسم سے اس حال میں نبرد آزما دیکھا کہ کئی ایک کے پاس ڈھنگ کے کپڑے تک نہیں اور کچھ مجاہد برہنہ پا ہو چکے ہیں تو انہوں نے ایک دو روز گلتری میں قیام کا ارادہ کیا لیکن ان کے مجاہد رکنے کو تیار نہ تھے مجبوراً شاہ خان کو حکم دینا پڑا "شیر علی یہ میرا حکم ہے" اور صوبیدار علی نے اپنے خوش بخت کمانڈر کے حکم پر صاد کر دیا۔

جمعدار شاہ خان نے دو دن یہاں پڑاؤ کیا۔

سکیمو فورس کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ بدر کمپنی نے صوبیدار شیر علی کی قیادت میں دراس کی طرف پیش قدمی شروع کر دی جہاں انہیں سخت مزاحمت کے بعد 6 جون کو کامیابی حاصل ہوئی۔

تبوک کمپنی کو مہردوس پل پر قبضے کا ٹاسک دیا گیا اس کی قیادت صوبیدار سیف اللہ بیگ کر رہے تھے۔

اور تیسری کمپنی جس کو خندق کا نام دیا گیا جمعدار شاہ خان کی قیادت میں کرگل کو بڑھی۔

یہ 12 مئی کی ایک یخ بستہ صبح تھی جب جمعدار شاہ خان نے اچانک کرگل پر دھاوا بول دیا۔ ڈوگرہ فوج کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ مسلمان اس قسم کی کاروائی کر سکتے ہیں وہ اپنے طور پر مکمل اطمینان محسوس کر رہے تھے اور جمعدار شاہ خان نے ان کو عالم غفلت میں جا لیا۔ جس وقت جمعدار شاہ خان اپنے جانبازوں کو لے کر کرگل شہر میں داخل ہوا وہاں پولو میچ کھیلا جا رہا تھا اور ڈوگرہ فوج کے اعلیٰ افسران تالیاں بجا بجا کر بریگیڈیر پریتم کو داد دے رہے تھے پہلی گولی شاہ خان نے خود چلائی جو گھوڑے پر بیٹھے بریگیڈیر کی کھوپڑی میں پیوست ہو گئی۔ پولو گراؤنڈ میں سناٹا چھا گیا۔ سیکورٹی پر مامور ڈوگرہ کے سپاہیوں نے مزاحمت کی کوشش کی لیکن تھوڑی ہی دیر میں 30 لاشیں اور 60 سے زیادہ زخمی چھوڑ کر سرنڈر کر لیا۔

جب 12 مئی 1948ء کا سورج غروب ہوا تو کرگل کے برف زاروں میں اذان

allurdupdfnovels.blogspot.com

کی گونجتی آواز کیپٹن حسن کے سرفروشوں کی خوش بختی کی نوید دے رہی تھی ——— کرگل پر پاکستان کا پرچم نصب ہو چکا تھا۔

——*—*

تاریخ کے صفحات الٹیں تو ہمیں 20ویں صدی کے آغاز میں کرگل نام کا کوئی گاؤں نظر نہیں آتا برفزاروں میں گھری جس بستی کو آج دنیا کرگل کے نام سے جانتی ہے بیسویں صدی کے وسط تک اسے پوریاگ کے نام سے جانا اور پکارا جاتا تھا۔ 1940ء کے اوائل میں جب اسے تحصیل ہیڈکوارٹر کا درجہ دیا گیا تو اس کا نام بدل کر کرگل رکھ دیا گیا۔

اس وقت کرگل' ریاست جموں و کشمیر کے تیسرے بڑے صوبے لداخ کا ایک ضلع ہے۔ لداخ ریاست 2 اضلاع پر مشتمل ہے پہلا ضلع لداخ ہے جس میں لیہ اور پدم شامل ہیں جبکہ دوسرا ضلع کرگل' کرگل اور دراس پر مشتمل ہے۔ کرگل میں 92% مسلمان رہتے ہیں جبکہ لیہ کی اکثریت بدھ مت قبائل پر مشتمل ہے جنہوں نے 48 کی جنگ آزادی میں اسکیموفورس کی بھرپور مدد کی تھی۔ سائبیریا کے بعد دنیا کا دوسرا سرد ترین رہائشی شہر کرگل' سری نگر سے لیہ جانے والی شاہراہ پر 8790 فٹ کی بلندی پر سری نگر سے 204 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ضلع لداخ کا صدر مقام لیہ یہاں سے جنوب مشرق کی جانب 230 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ کرگل سے 57 کلومیٹر مغرب کی جانب دراس واقع ہے۔ کرگل کے شمال میں دریائے سندھ بہتا ہے۔ جنوب کی طرف سے دریائے سورو اور شمال مغرب کی طرف سے دریائے شگو کرگل کے قریب آپس میں اکٹھے ہو جاتے ہیں اور پھر مشرق میں تھوڑا آگے جا کر دریائے سندھ میں جا ملتے ہیں۔

12 مئی 1948ء کو کرگل فتح کرنے کے بعد مجاہدین کے دستوں نے لیہ کی طرف پیش قدمی شروع کی اور لامایارو اور نیمو تک پہنچ گئے۔ اب لیہ صرف 36 کلومیٹر کے فاصلے پر تھا لیکن بھارت نے ہوائی جہازوں میں بھربھر کر اپنی فوج لیہ ایئرفیلڈ پر اتار

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

دی اور مجاہدین کو پسپا ہونا پڑا۔ بھارت آئی روز تازہ دم فوج لیہ میں پہنچا رہا تھا جبکہ مجاہدین نے بے سروسامانی اور قلت تعداد کا شکار تھے چنانچہ بھارت نے مجاہدین سے کرگل کا کچھ حصہ چھین لیا۔

اقوام متحدہ کی مداخلت پر یکم جنوری 1949ء کو جنگ بندی عمل میں آئی اور پھر 24 جولائی 1949ء کو پاک بھارت کمانڈروں نے حد متارکہ جنگ زمین اور نقشوں پر مارک کی تو کرگل کا 5 ہزار مربع کلومیٹر علاقہ جو کہ اس وقت مجاہدین کے قبضے میں تھا بلتستان میں میں شامل ہو کر پاکستان کے پاس آگیا۔

چونکہ جنگ بندی لائن کرگل کے جنوب میں واقع درہ زوجیلہ کے قریب سے گزرتی تھی اس لئے کرگل کی چند ایسی بلند و بالا چوٹیاں پاکستان کے پاس آگئیں جن پر موجود افواج اس پوزیشن میں تھیں کہ جب چاہتیں سری نگر تا لیہ روڈ پر گولے پھینک کر اس کو بند کر دیتیں جو سرینگر' کنگن' سونا مرگ' زوجیلاپاس' دراس' مٹائن پرنداس' کرگل' چولی' سکمو' بوڈ خربو' لامایارو کو آپس میں ملانے کا واحد زمینی راستہ تھا۔ یہ سڑک بند ہو جانے کی صورت میں بھارت کے پاس شمالی اور جنوبی کشمیر کے درمیان رابطے کا کوئی متبادل موجود نہ تھا۔

1962ء میں بھارت اور چین کے درمیان سرحدی تنازعہ شروع ہوا تو بھارت نے اسی سڑک سے فوجیں باڈر پر پہنچانا تھیں اب اسے خطرہ یہ تھا کہ اگر پاکستان نے جو کہ کرگل کی بلندیوں پر قابض تھا بھارت کی راہ میں مزاحم ہونے کا فیصلہ کر لیا اور سری نگر تا لیہ روڈ پر فائرنگ کر کے اس کو بند کر دیا تو بھارت کے لئے انتہائی شمالی علاقوں میں فوج پہنچانا ناممکن ہو جاتا۔ پاک چین دوستی کے تناظر میں بھارت کا یہ خدشہ بجا تھا اور پاکستان کو اپنے دیرینہ حلیف چین کی خاطر اتنی سی جارحیت کرنا بھی چاہئے تھی مگر امریکی سفیر میک فارلن پاکستان پہنچے اور صدر ایوب سے کہا کہ پاکستان بھارت کو رعایت دے۔ یہ رعایت درحقیقت سری نگر تا لیہ شاہراہ پر بھارتی فوج کی نقل و حرکت میں دخل اندازی نہ کرنے کے لئے مانگی گئی تھی۔ صدر ایوب نے امریکی دباؤ

allurdupdfnovels.blogspot.com

کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے اور بھارتی فوج بے خوف و خطر کمک اور رسد لے کر جاتی رہی۔ یہ الگ بات کہ پاکستان کی رعایت کے باوجود چین نے اس کو ایسی شکست دی کہ بھارت برسوں تلملاتا رہے گا۔

1965ء کی جنگ میں بھارت نے اس زمینی راستے کو محفوظ بنانے کیلئے اپنی اچھی خاصی قوت اس محاذ پر صرف کر دی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 17 دن کی جنگ کے اختتام پر بھارت جو ہر محاذ پر پاکستان کے ہاتھوں رسوا ہوا کرگل کی بلندیوں پر قبضہ کر چکا تھا بعد میں روس میں ہونے والے معاہدہ تاشقند کے نتیجے میں جہاں پاکستان کے زیر قبضہ علاقہ بھارت کو واپس کر دیئے گئے وہیں کرگل کا علاقہ پاکستان کو لوٹا دیا گیا۔

1971ء تک یہ علاقہ پاکستان کے پاس رہا۔ 71ء کی جنگ میں بھارت نے ایک مرتبہ پھر یہ علاقہ چھین لیا۔ چونکہ اس جنگ میں پاکستان کا ایک حصہ علیٰحدہ ہو کر بنگلہ دیش بن چکا تھا، فوج کی ایک قابل ذکر تعداد بھارتی جیلوں میں تھی اس لئے قدرتی طور پر بھارت کا پلہ بھاری تھا چنانچہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق شملہ معاہدہ طے پایا جس کی رو سے جو علاقہ جس کے پاس تھا وہ اسی کا قرار دے دیا گیا اور نہ صرف یہ کہ مفتوحہ علاقوں پر جارح کا تسلط "قانونی" قرار دے دیا گیا بلکہ سیزفائر لائن کا نام بدل کر کنٹرول لائن رکھ دیا گیا۔

شملہ معاہدہ کے بعد جب کنٹرول لائن کے تعین کا وقت آیا تو بھارت نے پوئنٹ این جے 9842 سے زمین اور نقشوں کو اس طرح مارک کروایا کہ کرگل، دریائے سورو اور دراس کا وسطی علاقہ، دریائے سندھ کے سنگم پر واقع مارول چوٹیاں اور تکما وغیرہ بھارت کے قبضے میں دکھائے گئے۔

بھارت نے تھوڑے ہی عرصے بعد معاہدہ کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے 5090 میٹر بلند درہ چوربت پر بھی قبضہ کر لیا۔ جس پر پاکستان کا احتجاج محض اس لئے غیر موثر ثابت ہوا کہ اقوام عالم کمزور کی چیخوں کو کبھی نہیں سنا کرتیں۔ ان کے کان صرف فاتح کے قہقہوں سے آشنا ہوتے ہیں۔

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

چوربت پر بھارتی قبضے کے خلاف جب کہیں سے کوئی آواز نہ اٹھی تو بھارت کے جارحانہ عزائم کو مزید مہمیز ملی چنانچہ 1984ء کے اوائل میں جب برفباری اپنے زوروں پر تھی بھارت نے پیش قدمی کر کے سیاچن کے 18300 فٹ بلند درے سیالا، 18200 فٹ بلند درے بلافون لا اور چھومک وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور اعلان کر دیا کہ آئندہ ہماری لائن آف کنٹرول سالتورو رینج کے ساتھ ہو گی۔ پاکستان نے ایک بار پھر عالمی ضمیر کو جھنجھوڑا مگر اقوام عالم پر سکوت مرگ طاری رہا جس کی وجہ سے بھارت آج تک ان علاقوں پر قابض ہے۔

بھارت ایک طرف تمام بین الاقوامی معاہدوں کو پامال کرتے ہوئے پاکستانی علاقوں پر جارحیت کا ارتکاب کرتا رہا اور دوسری طرف اس نے اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر کشمیریوں سے کئے گئے حق خودارادیت کے وعدے کو پس پشت ڈال کر کشمیریوں کے جذبات سے کھیلنا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں کشمیریوں کے اندر اس احساس نے جنم لیا کہ بھارت اخلاقیات کے درس نہیں بلکہ طاقت کی زبان سمجھتا ہے چنانچہ 80 کی دہائی کے اواخر میں کشمیریوں نے اپنے حق خودارادیت کے لئے بندوق اٹھالی اور ایک قلیل عرصے میں بھارت کے دفاعی نظام کو ہلا کر رکھ دیا۔ دوسری طرف بھارت نے تقریباً 7 لاکھ کے قریب فوج وادی میں لا بٹھائی اور عملاً اسے فوجی چھاؤنی میں تبدیل کر دیا۔ صورت حال اتنی گھمبیر ہو گئی کہ کہ ہر نو آدمیوں پر ایک فوجی مسلط کر دیا گیا اور مجاہدین کی کسی بھی کارروائی کے نتیجے میں مقامی آبادی کو ظلم وجور کا نشانہ بنایا جانے لگا۔

مجاہدین نے اس تناظر میں یہ فیصلہ کیا کہ عسکریت کا دائرکار پھیلا کر عوام پر فوجی دباؤ کم کیا جائے چنانچہ اس مقصد کے لئے پونچھ اور راجوڑی میں جہادی سرگرمیوں کو تیز کر دیا گیا۔ بھارتی فوج نے اس نئے محاذ کی جانب توجہ دی تو آبادی پر ان کے منحوس سائے کسی حد تک دور ہوئے مگر اس سے مطلوبہ مقاصد پورے نہ ہو سکے چنانچہ ایک ایسے علاقے میں محاذ کھولنے کا فیصلہ ہوا جہاں بھارت معاشی تباہی سے بھی دوچار ہو،

allurdupdfnovels.blogspot.com

پاکستان کو ریلیف بھی ملے اور یہ سیکٹر سول آبادی سے اتنا دور ہو کہ بھارت کو رہائشی علاقے سے اتنی فوج نکال کر وہاں بھیجنی پڑے کہ نہ صرف باقی سیکٹروں میں اس کی پوزیشن کمزور ہو بلکہ اندرونی وادی میں بھارتی افواج کی تعداد میں کمی ہو اور وہاں عسکریت زور پکڑ سکے۔ کافی غور و خوض کے بعد مجاہدین نے بھارت کے لئے ایک ایسا جہنم ڈھونڈ نکالا جہاں درجہ حرارت 40 ڈگری تک گرتا ہے بھارتی فوج کے لئے تجویز کئے گئے اس نئے مرن گھاٹ کا نام تھا "کرگل"

✶—✶—✶—✶

1997ء سے ہی کرگل کے کے مقامی مجاہدین نے اپنے کمانڈروں کو بتانا شروع کر دیا تھا کہ کرگل سیکٹر کے علاقوں خصوصاً بٹالک اور دراس میں قبضے کے امکانات روشن ہیں کیونکہ بھارتی افواج اکتوبر کے آخر میں اپنے سمیسٹڈ مورچے خالی کر دیتی ہیں اور پھر ان کی واپسی اپریل کے شروع میں ہوتی ہے۔ 97ء سے دسمبر 98ء تک مجاہد قیادت نے اس آپشن پر تمام پہلوؤں سے غور کیا۔ کامیابی اور ناکامی کے احکانات اور مابعد اثرات پر تفصیلا بحث ہوئی اور 18 دسمبر کو یہ منصوبہ O.K کر دیا گیا۔

یہ جنوری کے یخ بستہ دن تھے جب اس علاقے میں درجہ حرارت منفی 40 سے نیچے ہوتا ہے کرگل کے نواح میں کئی گز برف پڑ چکی تھی اور بھارتی فوج اس برفزار سے بہت دور اپنے کیمپوں میں محو استراحت تھی جب مجاہدین نے دنیا کی اس چھت کو اپنے قدموں تلے روندتے ہوئے مشک ویلی سے بٹالک تک 70 اہم دفاعی نوعیت کے مقامات پر قبضہ کر کے ترنگ سے بٹالک تک 180 کلومیٹر کا علاقہ کنٹرول میں لے لیا اور مقبوضہ کشمیر کے اندر 6 سے 10 کلومیٹر تک گھس گئے۔ بھارت کے غریب شودروں کے خون پر پلنے والی "را" کی باخبری کا عالم دیکھئے کہ دو ماہ تک بھارت اس قبضے کے بارے میں لاعلم رہا۔ اپریل میں بھارتی فوج کی ایک پٹرول پارٹی دراس اور ترنگ کے علاقے میں گئی تو مجاہدین نے گولیوں سے استقبال کرتے ہوئے 8 لاشیں تحفہ میں دیں تب بھارت کو پتہ چلا کہ اس علاقے میں مجاہدین قابض ہو چکے ہیں۔ اپریل سے مئی تک

مقامی عسکری قیادت نے اعلیٰ فوجی قیادت کو تمام واقعات سے لاعلم رکھا شاید ان کا یہ خیال ہو کہ یہ مجاہدین کی ایک معمول کی کارروائی ہے جس پر وہ مقامی وسائل کی مدد سے قابو پالیں گے لیکن 6 مئی کو جب ایک فوجی دستہ مجاہدین کے نرغے میں آیا اور اس کا قریب قریب صفایا کر دیا گیا تو مقامی قیادت کو یہ احساس ہوا کہ معاملات ان کے قابو میں نہیں رہے جس پر کمانڈنگ انچیف آف ناورن کمانڈ جنرل ایچ ایم کھنہ نے وزیر دفاع جارج فرنانڈس کو اصل صورت حال سے آگاہ کیا۔ جارج فرنانڈس کی طرف سے اس غفلت پر سخت رویہ روا رکھا گیا تو بھارت کی فوجی قیادت نے جونیئر افسروں کو قربان کا بکرا بناتے ہوئے 121 بریگیڈ کے بریگیڈئر سریندر سنگھ اور 12 بریگیڈ کے کرنل او بیرائے کو بطور سزا تبدیل کر دیا۔

9 مئی کو جب مجاہدین نے مارٹر کے فائر سے کرگل میں بھارت کا ایمونیشن ڈپو تباہ کر دیا اور صورتحال مزید گھمبیر ہو گئی۔ اسی اثناء میں پاکستان آرٹلری نے فائر کر کے سری نگر لیہ شاہراہ بند کر دی جس سے بھارت عسکری طور پر مفلوج ہو کر رہ گیا اس کا چین کے مقابلے چینی سرحد پر تعینات 3 انفنٹری ڈویژن سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ وادی شیوک اور وادی سندھ کے علاقے میں بھارتی افواج کا رابطہ بھی ختم ہو گیا اور سب سے اہم بات یہ کہ سیاچن پر موجود بھارتی فوج کا اپنی بقیہ فوج سے زمینی رابطہ ختم ہو گیا۔ سیاچن سے زمینی رابطہ نہ ہونے کا بھارت کو کتنا نقصان اٹھانا پڑتا اس کی تفصیل میں جانے سے قبل بہتر ہو گا اگر ہم سیاچن کا ایک عمومی جائزہ لے لیں۔

سیاچن گلیشئر کشمیر کے سلسلے قراقرم میں سکردو کے شمال میں 140 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی 74 کلومیٹر اور چوڑائی 5 تا 7 کلومیٹر ہے۔ سطح سمندر سے اس کے مختلف مقامات کی بلندی پندرہ ہزار اور 22 ہزار 3 سو فٹ کے درمیان ہے۔ سیاچن کے مشرق میں ریاست جموں کشمیر کا لداخ ڈویژن ہے۔ یہ دنیا کا دوسرا بڑا گلیشئر ہے۔ اس کے شمال میں سنکیانگ اور جنوب مغرب میں سالتورو گلیشئر ہے۔ 1984ء کے اوائل میں جب بھارت نے اس کے ایک حصے پر قبضہ کر کے یہ اعلان کیا

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

کہ آئندہ ہماری لائن آف کنٹرول سالتورو رینج کے ساتھ ہو گی تو جواباً پاکستانی فوج نے بے سروسامانی کے عالم میں اس جارحیت کا جواں مردی سے مقابلہ شروع کر دیا۔ بھارت نے گلیشئر کے جس حصے پر قبضہ کیا تھا وہاں سے بھارتی فوج کو کہیں بھی زمینی راستے کی سہولت نہ تھی۔ سیاچن پر قائم بھارتی فوج کے ہیڈ کوارٹر زنگ زولما سے آگے گاشبروم کی طرف واقع آخری بھارتی مورچہ کا فاصلہ 75 کلو میٹر ہے یعنی بھارت نے سیاچن تک رسائی کے لئے اپنے طور پر جو سڑک بنائی وہ مورچوں سے کم از کم 75 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے بھارتی فوج یہاں سے مورچوں تک رسد پہنچانے کے لئے 200 ہیلی کاپٹروں سے کام لیتی ہے جبکہ پاکستانی فوج 84' 88 اور 89 میں ایسے راستے بنا چکی ہے کہ وہ 200 ہیلی کاپٹروں کا کام روزانہ 4' 5 ٹرکوں سے لے رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 84 میں کئے گئے قبضے سے لے کر اب تک بھارت یہاں 1980 ارب روپے خرچ کر چکا ہے جو اس کے کل سالانہ بجٹ کا 32% ہے۔ اب مجاہدین نے کرگل ہی میں راستہ روک کر بھارتی فوج کو موت کے منہ میں لا کھڑا کیا۔ موسم گرما شروع ہونے والا تھا اور انہی مہینوں میں بھارت نے چینی باڈر پر تعینات فوج اور سیاچن پھر تعینات فوج کو اگلے سرد موسم کے لئے راشن' اسلحہ اور دیگر ضروریات زندگی پہنچانا تھیں جو 800 ٹرکوں میں سری نگر سے روانہ ہو چکی تھیں۔ کرگل سیکٹر میں سڑک بند کر کے مجاہدین نے انتہائی شمالی علاقوں میں تعینات بھارتی فوج کو ان 800 ٹرکوں سے محروم کر دیا۔

اب بھارت کے پاس 3 آپشن تھے۔

1۔ سیاچن اور چینی سرحد پر تعینات فوج کو بھوکوں مرنے دیئے جائے۔

2۔ سری نگر سے بذریعہ ہیلی کاپٹر یا جہاز ترسیل کا کام لیا جائے۔

3۔ یہ فوج چین یا پاکستان میں سے کسی ایک کے آگے سرنڈر کر دیا جائے۔

4۔ حملہ کر کے مجاہدین کو بھگا دیا جائے اور سڑک پر آمدورفت بحال کرالی جائے یہ چاروں آپشن ناقابل عمل تھے۔ 40 ہزار کے قریب فوج کا سرنڈر کر جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ جہازوں کے ذریعے خوراک اور اسلحہ پہنچانے میں سخت فنی اور مالی مشکلات

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

درپیش تھیں مجاہدین کو وہاں سے بھگانا بھی آسان نہ تھا۔ مجاہدین کو حکمت عملی کے لحاظ سے برتری حاصل تھی ان کی پشت پر پاک فوج تھی یعنی ان کا عقب محفوظ تھا۔ پھر مجاہدین چونکہ زیادہ تر مقامی تھے جن کے پھیپھڑے ان بھارتی فوجیوں کے مقابلے میں جو میدانی علاقے سے آئے تھے 25% زیادہ آکسیجن کھینچتے تھے لہٰذا وہ یہاں آکسیجن کی کمی کے مسائل سے دوچار نہ تھے جبکہ بھارت کے لئے یہ مصیبت سوہان روح بنی ہوئی تھی۔ یہ تعداد کا کھیل نہ تھا بھارت جتنی مرضی فوج بلا لیتا اسے مجاہدین کو نکالنے میں کم از کم 3 ماہ درکار تھے اور ان 3 ماہ میں بھارت کی فوج نے جس تباہی سے دوچار ہونا تھا وہ سب پر عیاں تھا۔

پھر بھارت کو یہ مسئلہ بھی درپیش تھا کہ وہ مختلف سیکٹروں سے فوج بلاتا تو وہاں علیحدگی پسند قوت پکڑ جاتے۔ بڑی مشکلوں سے اس نے وادی میں عسکریت کو کسی حد تک سنبھالا ہوا تھا اب اگر وہ وادی سے فوجیں کرگل بلاتا تو وادی میں مجاہدین کو کھل کر کارروائیوں کا موقع مل جاتا۔

بھارت کی بے بسی دیکھنے کے لائق تھی۔ بھارتی فوج کو وزیر دفاع نے حملہ کر کے پوسٹیں چھین لینے کا حکم دیا مگر یہ حکم اس فوج کو دیا جا رہا تھا جس کے سامنے کوئی اہداف نہ تھے پھر فوج کا اپنا حال یہ تھا کہ اس کے پاس ڈھنگ کا لباس بھی نہ تھا۔ انڈیا ٹوڈے نے 21 جون کی اشاعت میں اس کی تصویر کشی کچھ یوں کی ہے۔

"نصف سے زیادہ فوج اس لباس سے محروم ہے جسے گلیشئر ملبوس کہا جاتا ہے۔ سولہ سے اٹھارہ ہزار فٹ بلندی پر سرد موت سے جان بچانے کے لئے جس لباس کی ضرورت ہے فوج سے کہا گیا ہے کہ اسے نصف ماہ کے بعد یہ لباس ملے گا۔"

"دوسرے سامان کی سپلائی کا بھی یہی حال ہے۔ وائرلیس سیٹ موجود ہیں لیکن ان کی بیٹریاں نہیں ہیں۔" انڈیا ٹوڈے کے نمائندے رمیش و نائک کے مطابق "صرف دو ہفتوں کے دوران 42 ہزار شیل فائر کئے گئے جن کا وزن 32 میٹرک ٹن تھا اور ان کی کم از کم لاگت ایک سو کروڑ روپے ہے۔ بھارت کی یہ مجبوری بھی ہے کہ وہ

allurdupdfnovels.blogspot.com

توپوں کے گولے باہر سے خریدے جس پر 4 ارب 20 کروڑ روپے لگیں گے۔"

ایسی "دکھوں کی ماری فوج" بھلا کیسے فتح حاصل کرتی؟ چند ہی دنوں میں اس اپنی اوقات یاد آ گئی۔

14 جون کا انڈیا ٹوڈے بھارتی فوج کی تباہی پر چیخ اٹھا اس کی ٹائٹل سٹوری تھی۔

"Intelligence Failure —— A Trrible Price"

صفحہ نمبر 26 پر بھارتی انٹلی جنس کو لعن طعن کرتے ہوئے انڈیا ٹوڈے نے ایک مکمل یادداشت پیش کی جس میں ایجنسیوں کو ناکارہ قرار دیتے ہوئے ان کے خلاف چارج شیٹ جاری کی گئی جس کے مطابق=

1۔ اکسائی چن کے تنازعہ کے وقت آئی بی مکمل ناکام ہو گئی کہ وہ اس کا سراغ تک نہ لگا سکی اور چین نے بھارتی علاقے لداخ میں سے سڑک بنا کر سنکیانگ کو تبت سے ملا لیا۔

2۔ 1965ء میں آپریشن جبرالٹر کے موقع پر آئی بی ایک بار پھر ناکام رہی اور پاکستان نے جہازوں میں کمانڈوز بھر کر بھارت میں اتار دیئے جن کی خبر حکومت کو ایک چرواہے نے دی جو خوش قسمتی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

3۔ 1965ء میں آپریشن گرینڈ سلام کے وقت بھی آئی بی مکمل طور پر ایک فرسودہ ڈھانچے کی صورت میں ابھری جب اسے یہ علم بھی نہ ہو سکا کہ پاکستان اپنے آرمرڈ ڈویژن کو متحرک کر چکا ہے چنانچہ بھارت کو محاذ پر شکست کا سامنا ہوا۔

4۔ 90-1989ء میں آئی بی قطعی طور پر بے خبر تھی کہ کشمیر میں بغاوت ہونے والی ہے اور جب پاکستان یہاں بغاوت برپا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو آئی بی یہ بھی نہ بتا سکی کہ تحریک کی عوام میں گہرائی اور مقبولیت کا کیا عالم ہے۔

اسی اشاعت میں صفحہ 22 پر

"Kargil: How Intelligence Failed to Detect Pakistan Plaus"

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

کے عنوان سے ایک مضمون میں را' آئی بی اور ملٹری انٹلی جنس کی نااہلیت کا پول کھولا گیا ہے انڈیا ٹوڈے نے سابق چیف آف آرمی سٹاف جنرل وی این سرما کی اس بات سے مکمل اتفاق کیا کہ "It was an Intelligence Failue"

بھارت کے چیف آف آرمی سٹاف وید پرکاش ان دنوں غیر ملکی دورے پر تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں وائس چیف آف آرمی سٹاف لیفٹیننٹ جنرل چندر اشیکھر نے ایر فورس کی مدد لینے کا فیصلہ کیا اور یہ تجویز کابینہ کمیٹی برائے سلامتی (C.C.S) کے سامنی رکھی۔ اسی اثناء میں 21 مئی کو بھارتی چیف آف آرمی سٹاف دورہ مختصر کے کے واپس آ گئے 23 مئی کو انہوں نے سری نگر کا دورہ کیا اور 24 مئی کو انہوں نے ایر چیف مارشل اے۔ وائی ٹپنس کو آپریشن روم آف ملٹری ڈائرکٹوریٹ آرمی ہیڈ کوارٹرز میں مدعو کیا۔ انہیں سارے حالات سے آگاہ کیا گیا جس پر ایر چیف نے آرمی چیف کی رائے سے اتفاق کیا۔ اگلے روز واجپائی نے دونوں آفیسرز کو حکم سنایا کہ کہ انہیں کرگل پر قبضہ چاہئے' ہر حال میں' ہر قیمت پر۔

چنانچہ ایر چیف خود بیس پر پہنچے تاکہ حملوں کی براہ راست نگرانی کی جا سکے۔ 26 مئی کو بھارتی ایر فورس نے حملوں کا آغاز کیا۔ مگ 21' 23 مگ 27' ایم آئی 17 گن شپ ہیلی کاپٹرز نے پٹھان کوٹ اور سری نگر سے اڑ کر دراس کے علاقے میں پوائنٹ 4590 پر بمباری کی جو سری نگر لیہ روڈ کے نزدیک ترین کی پوسٹ تھی۔ ان طیاروں نے روزانہ 50 سے 100 بار حملے کئے جس کے دوران کلسٹر بم اور کیمیائی [1] بم بھی داغ گئے۔ اس دوران چند طیاروں نے پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی بھی کی چنانچہ اگلے روز جب بھارتی طیارے نے دوبارے پاکستانی علاقے میں گھسے تو آرمی کے پاکباز جوانوں کے ہاتھوں دھر لئے گئے اور ایک پائلٹ ناچی کیتا زندہ گرفتار کر لیا گیا اس سے اگلے دن مجاہدین نے عنزہ میزائل سے بھارت کا ایک گن شپ ہیلی کاپٹر مار گرایا۔

ترجمانالقرآن جولائی 1999۔ پروفیسر خورشید' بھارتی جارحیت اور پاکستان۔

urdupdfnovels.blogspot.com

جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا۔ بری کے بعد فضائیہ کے غبارے سے بھی ہوا نکال دی گئی اور بھارت ہزاروں فوجیوں کی قربانیوں کے بعد صرف ایک چوٹی پر قابض ہو سکا جس کا نام ترالنگ ہے۔

بھارت کے طول و عرض میں لاشوں کے تحفے جانے لگے تو پورے ملک میں مایوسی کی فضا پھیل گئی انڈیا ٹوڈے اپنی 26 جولائی کی اشاعت میں 1 ناگا رائفلز کے معذور ہو جانے والے سپاہی ادوزلی کے تاثرات یوں بیان کرتا ہے۔

"I keep thinking, What will I do, What will my family do, Who will marry me."

چونکہ بھارتی فوج نے آج تک اپنے زخمی ہو کر معذور ہونے والے فوجیوں کے لئے کوئی مالیاتی پیکج نہیں دیا اس لئے معذور فوجیوں میں بے چینی اور اضطراب کا پیدا ہو جانا فطری بات تھی۔ سوبن سنگھ نے انڈیا ٹوڈے سے اپنے احساسات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

"When you die in a war, you become a hero, but if you survie with injuries, you are zero."

اسی طرح کی ایک اور مثال حوالدار ارجن سنگھ کی ہے وہ 1965ء کی جنگ میں معذور ہو اور انڈیا ٹوڈے نے اس کی حالت زار بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ 1986ء تک اسے پنشن کے ساتھ معذوری الاؤنس کی مد میں صرف 10 روپے ماہانہ دیئے جاتے رہے اور اب یہ رقم بڑھا کر 90 روپے کر دی گئی ہے۔

یہ احساسات بھارتی معاشرے میں پروان چڑھتے نظر آئے تو بھارتی قیادت نے کرگل کے متاثرین کے لئے ایک پیکج کا اعلان کیا۔ آرمی سنٹرل ویلفیئر فنڈ کے انچارج لیفٹیننٹ جنرل ایس۔ ایس گریوال نے فوجیوں کو یہ خوشخبری سنائی کہ کرگل میں جان بحق ہونے والے فوجیوں کے لواحقین کو 12 لاکھ اضافی اور معذور ہو جانے والوں کے لئے 5 لاکھ روپے اضافی دینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ بھارتی قیادت نے اپنے طور پر عوامی ردعمل اور عسکری محاذ پر پھیلی مایوسی کا تدارک کر لیا لیکن بھارت کا یہ اقدام مزید مایوسی پھیلانے کا سبب بنا اور فوج میں اس سوال نے جنم لیا کہ اگر ہلاک اور معذور ہونے والوں کا بھارت سرکار کو خیال آ ہی گیا ہے تو اس پیکج کو ہر فوجی کے لئے اوپن کیوں نہیں رکھا گیا۔ صرف کرگل کے محاذ پر لڑنے والوں کے لئے ہی یہ عنایات کیوں؟ بھارت سرکار کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ عسکری قیادت پر اندرون ملک اتنی تنقید کی جانے لگی کہ فوج بوکھلا اٹھی۔ چیف آف دی آرمی سٹاف وید پرکاش ملک نے خود صحافیوں کو ایک بریفنگ دینے کا فیصلہ کیا جس میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ کرگل کی چوٹیاں آہستہ آہستہ خالی کرا لی جائیں گی۔ جب ایک صحافی نے سوال کیا کہ ایسا کب تک ممکن ہو گا تو انہوں نے خاموشی اختیار کر لی جس پر انڈیا ٹوڈے نے 21 جون کی اشاعت میں سخت احتجاج کرتے ہوئے لکھا "یہ اعلان کہ تمام مداخلت کاروں کو 48 گھنٹوں کے اندر اندر نکال باہر پھینکا جائے گا اب ایک مذاق معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے بعد انہیں ایک خوفزدہ فوج کا ہیڈ کوارٹر مجبوراً تبدیل کرنا پڑا۔ اس کے بعد ایک ہفتے کی خوشخبری سنائی گئی، پھر ایک مہینہ تک نوبت آن پہنچی۔ اس عرصے میں 25 ہزار اضافی فوج میدان جنگ میں منتقل کی جا چکی ہے اور اب فوج سے بات کی جائے تو وہ کسی تخمینے یا اندازے کی بات کرنے کے لئے تیار ہی نہیں۔ اب تو عسکری تجزیہ نگار کہتے ہیں کہ اس جنگ پر دو سے چار مہینے لگ سکتے ہیں اور بعض لوگوں کا تو یہ کہنا ہے کہ مجاہدین کو نکالنا ناممکن ہے۔"

یہ تھا دنیا کی چوتھی بڑی فوج کا حال کہ اس کے اپنے ملک کا اخبار اسے "خوفزدہ فوج" قرار دے رہا تھا۔ بھارت کی فوج بہت برا پھنسی تھی۔ سری نگر لیہہ روڈ مارٹر کے فائر نے بند کر دی تھی جس سے اس کی 3 ڈویژن فوج رسد اسلحہ سے محروم ہو گئی تھی، مقبوضہ وادی میں موجود ساڑھے 7 لاکھ فوج بھی تین محاذوں پر منقسم تھی اور دراس کے قریب واقع بھارت کا ایمونیشن ڈپو ماؤنٹین ڈویژن ہیڈ کوارٹر پر حملے کے بعد 80% تباہ ہو گیا تھا۔ اب بھارت کے پاس ایسی کوئی امید نہ تھی کہ مجاہدین سے چوٹیاں خالی کروائی جا سکیں۔

One Urdu Forum . Com ® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

بھارتی عسکری قیادت سوچ و بچار میں تھی کہ سیاچن اور چین کے باڈر پر تعینات فوج کے لئے آنے والے موسم سرد کا راشن اور اسلحہ کیسے پہنچایا جائے جس کے نہ پہنچنے کی صورت میں اس ساری فوج کا بھوک کے ہاتھوں مرجانا یقینی تھا۔ بھارت کے پاس دو آپشن تھے۔

1۔ ہماچل پردیش سے لداخ آنے والی سڑک کو استعمال کیا جائے۔

2۔ براستہ سنکیانگ خوراک واسلحہ کی ترسیل کی جائے۔

پہلا آپشن اس لئے ناقابل عمل تھا کہ یہ ایک جیپ روڈ ہے یعنی اس پر بمشکل جیپ چل سکتی ہے یہ زیادہ تر سلائیڈز کے علاقے سے گزرتی ہے۔ اس لئے اس پر ٹوٹ پھوٹ کا عمل جاری رہتا ہے اور پھر یہ سڑک سال میں صرف دو ماہ یعنی جون اور جولائی میں قابل استعمال ہوتی ہے۔ اب جیپوں میں بھر کر اسلحہ کی ترسیل تو ہونے سے رہی نہ ہی جیپوں کے ذریعے 40 ہزار افراد کی خوراک اور اسلحہ کا انتظام ممکن ہے حتیٰ کہ اگر سڑک صحیح بھی ہو تب بھی ناممکن ہے۔

چنانچہ بھارتی بنیے کی مکار سوچ نے دوسرے آپشن پر غور کرنا شروع کر دیا۔ بھارت ایک تیر سے دو شکار کرنے جا رہا تھا۔ 1962ء میں چین کے خلاف ہماری کوتاہ اندیش قیادت نے سری نگر لیہ روڈ پر بھارت کو جو ریلیف دیا تھا بھارت نے اسی پہلو پر وار کرنے کا فیصلہ کیا۔ وزیر خارجہ جسونت سنگھ ہنگامی دورے پر چین گئے اور خیر سگالی کے طور پر چین بھارت تعلقات کے نئے دور کے فوائد و ضرورت پر روشنی ڈالی' چینی قوم کے عظمت کے گن گائے اور خطے میں سپر پاور کے طور پر "مظلوم" کا ساتھ دینے کی ترغیب دیتے ہوئے چین سے درخواست کی کہ وہ سیاچن پر اپنی فوج کو خوراک پہنچانا چاہتے ہیں جس کی پاکستان اجازت نہیں دے رہا لہٰذا براہ کرم انسانی جذبوں کی قدر کرتے ہوئے چین ہزاروں جانیں بچانے کی خاطر براستہ سنکیانگ سیاچین پر خوراک پہنچانے کی اجازت دے۔

اپنی تئیں بھارت نے بڑی کامیاب چال چلی تھی۔ بنیے نے اپنے تئیں سوچ سمجھ کر پھینکے تھے۔ بھارتی قیادت نے چین کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دے دیا تھا تب ان کے ذہن میں یہ تھا کہ چین کے خلاف چونکہ 1962ء میں پاکستان بھارت کو ریلیف دے چکا ہے لہٰذا چین اپنے دکھ اور غم و غصے کے اظہار کا یہ بہترین موقع شاید ہاتھ سے نہ جانے دے اور ماضی کا یہ ناخوشگوار پاکستانی فیصلہ شاید چینی قیادت کو ابھی بھولا نہ ہو اور وہ بدلہ چکانا چاہے۔ بھارت کی یہ سوچ اس لئے بھی وزنی تھی کہ عالمی تعلقات کی بنیاد مفادات پر ہوتی ہے اور بھارتی قیادت یہ سوچنے میں حق بجانب تھی کہ کل اگر پاکستان نے چین کے مفادات کو مدنظر نہیں رکھا اور امریکی دباؤ قبول کر کے چین کے خلاف ہمیں رعایت دے دی تو شاید آج چین اپنے مفادات مدنظر رکھتے ہوئے بھارت سے اچھے تعلقات کی بحالی کے لئے پاکستان کا ساتھ نہ دے اور ہمیں رعایت دے دے مگر جسونت سنگھ کو شاید اس وقت حیرت اور صدمے کی کسی کیفیت سے گزرنا پڑا ہو گا جب چینی قیادت نے بھارت سے معذرت کرتے ہوئے یہ واضح کر دیا کہ پاکستان چین کا دوست تھا' ہے' اور رہے گا اور یہ کہ چین پاکستان کے کسی غلط فیصلے کا جواب غلطی سے دینا دوستی کے تقاضوں کے خلاف سمجھتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ چین کے اس فیصلے کے پس پردہ بھارت امریکہ گٹھ جوڑ ہو اور امریکہ جو چین کو کنٹرول کرنے کے لئے بھارتی علاقے میں لداخ کے نواح میں ڈیرے جمائے بیٹھا ہے چین کو ناقابل قبول ہو اور اس تناظر میں چین نے پاکستان سے خوشگوار تعلقات کرنے کا فیصلہ کیا ہو تاہم وجہ جو بھی ہو ہمیں یہ بات نہیں بھولنا چاہئے کہ چین نے ایک مشکل وقت میں ہمارا ساتھ دیا ہے باوجودیکہ 1962ء میں ہم اس کے اعتماد کا خون کر چکے ہیں۔

عسکری سطح پر عبرتناک شکست سے دوچار ہونے کے بعد اخلاقی محاذ پر بھی بھارت کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ امریکہ کے جرائد و رسائل کو چھوڑ کر ساری دنیا کے اخبارات پاکستانی موقف کے حامی دکھائی دے رہے تھے اور بھارت اچھا خاصا Defensive ہو کر کھیلنے لگا تھا دی گارڈین لندن کی نمائندہ سوزین گولڈن برگ سری نگ سے 7 جون 1999ء کے شمارے میں لکھتی ہیں:

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

"وادی کشمیر میں' اس پہاڑی سلسلے سے 125 میل دور جہاں بھارت 1971ء کے بعد پاکستان کے خلاف سب سے زیادہ اسلحہ جمع کر رہا' بھارتی سپاہیوں سے کوئی ہمدردی نہیں پائی جاتی جن کی لاشیں بلندیوں پر لاوارث پڑتی ہوتی ہیں اس لئے کہ ان کو حاصل کرنا زیادہ خطرناک ہو سکتا ہے۔ ایک سینئر کشمیری پولیس افسر نے کہا کہ لوگ بھارتی سپاہیوں کی پریشانیوں سے لطف لے رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بھارتی فوج اتنے عرصے سے ہمیں قتل کر رہی ہے اب انہیں بھی قتل ہونا چاہئے ـــــ حقیقت یہ کہ بھارت ایک ہاری ہوئی جنگ لڑ رہا ہے۔"

دنیا کے اکثر قابل ذکر اخبارات و جرائد نے ان دنوں میں بھارتی دعوؤں کا پول کھول کر دنیا کے سامنے رکھ دیا بلکہ بھارت کی شکست کے آثار اس قدر واضح تھے اور آزادی کشمیریوں نوشتہ دیوار دکھائی دے رہی تھی کہ تمام تر بھارتی دباؤ کے باوجود سوائے فاروق عبداللہ کے کسی بھی کشمیری لیڈر نی پاکستان کی مذمت نہ کی۔ بھارت کے "دی ہندو گروپ" کے میگزین فرنٹ لائن کا نمائندہ پراوی سوامی 18 جون 1999ء کے شمارے میں اسی بات کا رونا روتے ہوئے کہتا ہے "حیرت تو اس بات کی ہے کہ نیشنل کانفرنس کے لیڈروں نے بھی پاکستانی جارحیت کی مذمت نہیں کی"

بھارت عسکری' سیاسی' داخلی اور سفارتی محاذ پر چاروں شانے چت تھا اور مجاہدین سمیت پوری قوم کا مورال اپنے عروج پر تھا۔ ہر جگہ جہاد کی باتیں ہو رہی تھیں' جہاد ہند کو غزوہ ہند کہا جا رہا تھا' سابق فوجی میدان جہاد میں اترنے کو بالکل تیار تھے' بڑے عرصے بعد خدا نے یہ دن دکھائے کہ پوری قوم کسی چیز پر متفق نظر آ رہی تھی۔ ولی خان سے لے کر الطاف حسین تک ہر کوئی پاک فوج کو سلام پیش کر رہا تھا' مجاہدین کو عقیدت کے خراج نذر کئے جا رہے تھے' شہروں' قصبوں اور گاؤں کی چاپالوں میں جنگی ترانے گونج رہی تھے اور ارباب حکومت ایٹمی دھماکوں کے بعد فتح کرگل کے تناظر میں سری نگر قدموں تلے روندنے کے دعوے کر رہے تھے مشاہد حسین کا دعویٰ تھا "کھیل کے میدانوں سے کرگل کی چوٹیوں تک کامیابیوں کا سفر جاری ہے" سیاست کا گندا کھیل اپنی غلاظتیں سمیٹ چکا تھا اور قاضی حسین احمد نے جو

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

حکومت کے بہت بڑے ناقد ہیں پریس کانفرنس میں یہ اعلان کر دیا کہ "یہ وقت جہاد ہے اور ہم حکومت کے ساتھ ہیں۔ سیاست ہم نے کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھی ہے۔ وقت ملا تو سیاست ہوتی رہے گی۔ اس وقت ہمارے سامنے ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے جہاد"

پوری قوم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر تفرقہ بازی ترک کر چکی تھی تاکہ دشمن کی ہوا اکھیڑی جا سکے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

اعلان واشنگٹن

عوامی امنگوں' خوابوں' آرزوؤں اور تمناؤں کے برعکس ایوان اقتدار کی راہداریوں میں ایک اور ہی کھیل کھیلا جا رہا تھا۔ مجاہدین کی قربانیوں کی قیمت وصول کی جا رہی تھی اور جوان لاشوں پر ڈرامہ سٹیج کیا جا رہا تھا۔

جس کا پہلا ایکٹ 3 جون کو ناچی گیتا کی واپسی کی صورت میں دیکھنے کو ملا۔

ناچی گیتا نے پاکستانی فضائی حدود کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے ہوئے جارحیت کا ارتکاب کیا تھا جس پر آرمی ائرڈیفنس نے اس کا طیارہ مار گرایا اور اسے گرفتار کر لیا۔ اس کی گرفتاری کے ساتھ ہی آرمی کے ترجمان نے عالمی میڈیا کو بتا دیا تھا کہ ناچی گیتا چونکہ ایک جنگی کارروائی میں ملوث پایا گیا لہٰذا جنگی قواعد کی رو سے اسے پاکستان میں جنگی قیدی کا درجہ دیا گیا ہے لیکن اگلے ہی روز پاک فوج کو شدید حیرت کا سامنا کرنا پڑا جب دفتر خارجہ کے ترجمان طارق الطاف نے عالمی میڈیا کے انہی نمائندوں کے سامنے یہ وضاحت کی کہ ناچی گیتا جنگی قیدی نہیں ہے۔ دفتر خارجہ نے کرگل کرائسز کے ان 51 دنوں میں جس گھناؤنے کردار کا مظاہرہ کیا اس پر روزنامہ اوصاف کے ایڈیٹر حامد میر نے بجا طور پر یہ لکھا کہ دفتر خارجہ خارجی دفتر ہے اور وزیر خارجہ خارجی وزیر ہیں۔ چونکہ دفتر خارجہ کے اکثر و بیشتر افسران کی اہل و عیال مغربی ممالک کی نیشنلٹی لے چکے ہیں اس لئے ان ملت فروشوں کی ہمدردی فطری طور پر ان ممالک کے ساتھ ہی ہونا تھی جہاں پاکستان کو نیچا دکھانے کے بعد ان جونکوں نے زندگی کے آخری ایام

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

بسر کرنا تھے۔ ہفت روزہ تکبیر نے اپنی 29 جولائی کی اشاعت میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وزارت خارجہ کے بعض افسران خفیہ معلومات غیر ملکی سفیروں کو پہنچا کر "نمک حلالی" کرتے رہے جس پر میاں نواز شریف نے تحقیقات کا حکم دے دیا ہے۔

بات ناچی گیتا کی ہو رہی تھی۔ عسکری ذرائع کا کہنا ہے کہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کے موقف کو یوں رد کر دیا جائے اور وزارت خارجہ کا ایک معمولی اہلکار ان کے اس دعوے کو پائے حقارت سے ٹھکرا دے گا کہ ناچی گیتا جنگی قیدی ہے۔ وزارت خارجہ نے وزیراعظم پر یہ دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ ناچی گیتا کو امریکہ کے حوالے کر دیا جائے تاکہ ہماری امن پسندی کا سکہ بیٹھ سکے۔ یہ تجویز بھی دی گئی کہ اسے بھارت کے حوالے کر دیا جائے۔ اس قسم کی منافقانہ تجاویز محب وطن حلقوں تک پہنچیں تو ان حلقوں نے وزیراعظم کو مشورہ دیا کہ ناچی گیتا چونکہ کشمیریوں کا مجرم ہے لہٰذا اسے آل پارٹیز حریت کانفرس کے حوالے کر کے بھارت سے یہ کہہ دیا جائے کہ وہ اپنے آفیسر کے حصول کے لئے آل پارٹیز حیرت کانفرنس کے رہنماؤں سے رابطہ کرے۔

ان حلقوں کا کہنا تھا کہ اس قدم سے تحریک آزادی کو بہت فائدہ پہنچتا۔ بھارت نے آج یا کل اپنا پائلٹ تو لینا ہی تھا جب وہ حریت کانفرس سے رابطہ کرتا تو حریت کانفرس کی اخلاقی حیثیت مزید طاقتور ہو جاتی اور بالفرض بھارت براہ راست رابطہ نہ بھی کرتا تب بھی عالمی میڈیا اپنے طور پر حریت والوں سے رابطوں میں رہتا اور اس طرح عالمی دنیا کو یہ موقع ملتا کہ وہ حریت کانفرنس کے موقف سے آگاہ ہو سکے لیکن وزیراعظم کے گرد سیکرٹری دفاع افتخار علی خان' چوہدری نثار' سرتاج عزیز اور مجید ملک جیسے لوگوں کا ایک ہجوم اکٹھا ہو چکا تھا اور بزدلی کے بھاشن اپنے عروج پر تھے چنانچہ حکومت پاکستان نے عسکری تاریخ کا ایک احمقانہ ترین فیصلہ کر لیا۔

بھارت سے کہا گیا کہ ہم ناچی گیتا واپس کر رہے آپ اسے وصول کر لیں۔ بھارت نے انکار کر دیا لیکن دفتر خارجہ ملت فروشی کی اس انتہاء کو پہنچ چکا تھا کہ اس

allurdupdfnovels.blogspot.com

نے ناچی گیتا کو ریڈ کراس کے حوالے کر دیا۔۔۔۔۔اس اقدام سے پاکستان کو کیا ملا؟

وزارت خارجہ کے روشن دماغ پالیسی سازوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

(i) دوسری غلطی

وزارت خارجہ کے روشن دماغوں نے وزیراعظم کو باور کرانا شروع کر دیا کہ اگر اس موقع پر پاکستان کی طرف سے خیرسگالی کا ایک اور مظاہرہ کر دیا جائے تو ایک امن پسند ملک کے طور پر دنیا بھر میں ہمارا سکہ بیٹھ جائے گا اور ہم اقوام عالم کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں چنانچہ امن کے ان "علمبرداروں" نے وزیراعظم کو قائل کر لیا اور وزیرخارجہ سرتاج عزیز بھارت کے دورے پر روانہ ہو گئے۔ پروفیسر خورشید جو دنیا کے بدلتے حالات پر گہری نظر رکھتے ہیں آج تک اس دورے پر حیران و ششدر ہیں ان کا کہنا ہے میں آج تک نہیں سمجھ پایا نہ معلوم ہمارے وزیراعظم کو کیا شوق چرایا کہ وزیرخارجہ کو دہلی بھیج کر یوں جگ ہنسائی کا اہتمام کیا (ترجمان القرآن۔ اشارات۔ ص 6) اور تو اور قومی اسمبلی کی کشمیر کمیٹی کے چیئرمین چوہدری سرور نے بھی اس دورے کی مخالفت کی مگر وزیراعظم نے ان کی ایک نہ سنی۔ چوہدری سرور کا کہنا تھا "سرتاج عزیز کے دورہ بھارت سے ہماری بے عزتی ہو گی۔ یہ دورہ ہمارے قومی وقار میں کمی لائے گا" (جنگ' لندن' 9 جون 1999ء' ص 2)

اور پھر یہی ہوا 12 جون کو ہونے والی اس ملاقات میں بھارت نے وزیرخارجہ سے کام کی کوئی بات نہ کی اور سرتاج عزیز ایک کامیاب دورے سے واپس پاکستان لوٹ آئے۔

روزنامہ انڈی پنڈنٹ لندن کے نامہ نگار پیٹر پوفم کے مطابق

"It was one of the frostiest encounters in recent dilomatic history. There was no joint communique, no handshake, barely an eye-contact and no dialogue, as Mr. Singh freely admitted."

"یہ ملاقات جدید سفارتی تاریخ کی سرد ترین ملاقات تھی۔ جس کے بعد نہ کوئی مشترکہ اعلامیہ آیا' نہ کوئی مصافحہ ہوا' اور نہ ہی کوئی ڈائیلاگ وجود میں آیا۔ بس آنکھیں چار ہوئیں اور معاملہ ختم۔ جس کا اعتراف خود بھارتی وزیرخارجہ جسونت سنگھ نے بھی کیا"

اس ملاقات کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پاکستان کو صرف اور صرف نقصان ہوا۔ غور کیجئے ایک ملک دوسرے ملک کی 40 ہزار فوج کو محصور کر کے اس کے ذرائع رسد بند کر چکا ہو' چند ماہ بعد دشمن کی فوج سرنڈر کرنے والی ہو' سوائے امریکہ کے ٹائم اور نیوزویک کے دنیا بھر کے اخبارات پاکستان کو سپورٹ کر رہے ہوں' مورال ہائی ہو' بھارت کی معیشت کا دیوالیہ نکل چکا ہو' اس کے اخبارات اپنی فوج کو "خوفزدہ فوج" قرار دے رہے ہوں' میڈیا میں "را" اور "آئی بی" کے خلاف چارج شیٹس جاری کی جا رہی ہوں' چین بھارت کو سنکیانگ سے رستہ دینے سے انکار کر چکا ہو۔ دہلی کا اخبار The Pioneer یہ بات تسلیم کر رہا ہو کہ کرگل پر بھارت کا 5 ہزار کروڑ کا نقصان ہو چکا ہے اور ہم بجائے اس کے کہ اپنی جگہ ڈٹ کر کھڑے رہیں اپنے وزیرخارجہ کو بھارت یاترا کے لئے بھیج دیتے ہیں۔ ہم نے دنیا کو کیا پیغام دیا۔ یہی کہ بھئی ہماری حمایت میں اپنی کشتیاں مت جلاؤ۔ ہم جنگ بعد میں لڑتے ہیں صلح کی بھیک پہلے مانگنا شروع کر دیتے ہیں۔

(ii) واجپائی کا خط۔۔۔۔۔اعصابی جنگ کا آغاز

بھارت کو جب چین سے بھی انکار ہو گیا تو اسے اپنی موت نوشتہ دیوار کی صورت نظر آنے لگی۔ ادھر ناچی گیتا کی واپسی اور وزیرخارجہ کی دہلی آمد نے بھارت کو امید کی ایک کرن دکھلا دی اور محسوس ہونے لگا کہ پاکستان کی سیاسی قیادت اس صورتحال میں ثابت قدمی کا مظاہرہ نہیں کر سکے گی اور عسکری قربانیاں رائیگاں جائیں گی چنانچہ

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

بھارت نے اعصابی جنگ لڑنے کا فیصلہ کرلیا۔

ان حالات میں جب ہماری قیادت جنگ سے بچنے کی خواہش کو اپنا نصیب العین قرار دے کر اپنی اعصابی کمزوری عیاں کر چکی تھی بھارت نے یہ تاثر دینا شروع کر دیا گویا وہ مارو یا مرجاؤ پر عمل پیرا ہوا ہی چاہتا ہے۔ ملک میں جنگی جنون کی کیفیت پیدا کر دی گئی اور بھارت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ٹی وی پر فوج کی ایک ایک نقل و حرکت کو پیش کیا گیا' جنگی فنڈ قائم کئے گئے اور پروپیگنڈا کا محاذ گرم کر دیا گیا۔

ساتھ ہی بھارت نے اپنے دیرینہ حلیف امریکہ کی مدد لینے کا فیصلہ کیا۔ بھارتی وزیراعظم اٹل بہار واجپائی نے 15 جون کو جنیوا میں اپنے خصوصی نمائندے کے ذریعے کلنٹن کو یہ خط بھیجا کہ ہم پاکستان پر بھرپور حملہ کرنے والے ہیں (حالانکہ بھارت اس پوزیشن میں ہی نہیں تھا جس کی تفصیل آگے آئے گی) چنانچہ کلنٹن نے ایک طوفان کھڑا کر دیا کہ بھارت اور پاکستان ایٹمی جنگ کے دہانے پر کھڑے ہیں اور کوئی وقت آتا ہے کہ جنوبی ایشیاء ایک تباہ کن صورت حال سے دوچار ہو جائے گا۔ کلنٹن نے اس اعصابی جنگ کو مہمیز لگاتے ہوئے دو اقدام اٹھائے۔

1- انہوں نے G-8 کے اجلاس میں بھارت کے خودساختہ امریکی پلانٹڈ منصوبے کو ایک حقیقی امکان کے طور پر پیش کرتے ہوئے ان ممالک پر زور دیا کہ وہ پاکستان پر سفارتی دباؤ بڑھاتے ہوئے اسے کرگل سے Withdrawal پر مجبور کریں اور اگر وہ اس پر آمادہ نہ ہو تو اسے آنے والے خطرات کی ایسی بھیانک تصویر دکھائیں کہ وہ اس اعصابی جنگ میں گھٹنے ٹیک دے۔

2- دوسرے مرحلے میں صدر کلنٹن نے جنرل زینی کو اسلام بھیجا تاکہ سیاسی قیادت پر آنے والی تباہی کی ایسی تصویر پیش کی جاسکے کہ وہ ہمت ہار بیٹھے۔ جنرل اینتھونی زینی نے پاکستان کو دھمکی آمیز لہجے میں کرگل سے مجاہدین کی اپسی کی تجویز دی۔ انہوں نے عسکری قیادت کو بھی دھمکی دی جس کے جواب میں پاک فوج کے ترجمان کا یہ بیان تمام قومی اخبارات میں چھپا کہ امریکہ یہ بات اچھی طرح جان لے ہم عراق

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

نہیں ہیں۔ افواج کی طرف سے اس بہادرانہ اور برمحل تنبیہہ نے محب وطن حلقوں میں خوشی کی لہر دوڑا دی اور انہیں ایک گونہ اطمینان نصیب ہوا کہ پاکستان اپنے موقف پر ڈٹے رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہ کہ ہم امریکی دھمکیوں سے مرعوب ہونے والی قوم نہیں۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے آخر امریکہ کو کیا پڑی کہ وہ اس حد تک بھارت کی امداد پر اتر آیا کہ اس نے پاکستان کو براہ راست دھمکیاں دینی شروع کر دیں؟ ہوا یہ کہ جب دو ماہ تک کرگل دراس روڈ بند رہی تو واجپائی نے کلنٹن کو صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ اگر اس موسم گرما میں یہ سڑک نہ کھل سکی تو علاقے میں بھارتی افواج کا تسلط ختم ہو جائے گا اور یہی وہ چیز تھی جو امریکہ کو قابل قبول نہ تھی کیونکہ علاقے سے بھارتی تسلط ختم ہونے کا مطلب امریکی عزائم کی موت تھی۔ امریکہ چین کو Defensive رکھنے کے لئے لداخ پر ہر قیمت پر بھارتی قبضہ چاہتا تھا اور یہ قبضہ ختم ہونے کی صورت میں چین کو ریلیف ملنا تھا جو امریکہ کو قبول نہیں تھا یعنی یہ ایک طرح سے امریکی مفادات کی جنگ تھی جس کے لئے انہوں نے پاکستان کو براہ راست دھمکیاں دینا شروع کر دیں جن کا پاکستان عسکری قیادت نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

ایک طرف پاک افواج اپنے عزائم کا اعادہ کر رہی تھیں مگر دوسری طرف گنگا ہی الٹی بہہ رہی تھی۔ وزیراعظم کے گرد مغرب زدہ لوگوں نے انہیں ایٹمی جنگ کے خطرے اور بھارت کی ان دیکھی قوت سے ڈرانا شروع کر دیا۔ ان لوگوں نے یہ افواہیں پھیلانا شروع کر دیں کہ پاکستان دو دن سے زیادہ بھارت کا مقابلہ نہیں کر سکتا لہٰذا "دانشمندی" سے کام لینا چاہئے اور کرگل کی خاطر پاکستان کی سالمیت داؤ پر نہیں لگانی چاہئے۔ یہ تاثر دینے والوں میں سیکرٹری دفاع افتخار علی خان سرفہرست تھے جو چوہدری نثار کے بھائی ہیں۔

شیر کے انتخابی نشان پر جیت کر اقتدار سنگھاسن پر براجمان آدمی گیدڑوں میں گھر

allurdupdfnovels.blogspot.com

چکا تھا۔ اس کے اعصاب جواب دے گئے چنانچہ وزیراعظم نے کلنٹن کو فون کیا اور فوری ملاقات کی درخواست کی۔ جس پر نیوزویک کے 12 جولائی تا 19 جولائی کے شمارے میں ٹونی کلنٹن نے لکھا "نواز شریف 4 جولائی کو صدر کلنٹن سے ملاقات کے لئے باقاعدہ گڑگڑاتے رہے۔" 4 جولائی امریکہ کا یوم آزادی تھا۔ امریکہ نے 1776ء میں برطانیہ سے آزادی حاصل کی تھی۔ اس روز امریکی صدر کسی وفد یا غیر ملکی سربراہان سے اس طرح کی ملاقات نہیں کیا کرتے لیکن یہ ایک ایٹمی ملک کی عزت کی نیلامی کا سوال تھا کلنٹن نے سابقہ روایات سے انحراف کرتے ہوئے ہاں کر دی چنانچہ وزیراعظم نے پارلیمنٹ کو بتایا نہ کابینہ کو اعتماد میں لیا اور سرتاج عزیز' چوہدری نثار اور مجید ملک کے ہمراہ واشنگٹن روانہ ہو گئے۔

4 جولائی کو ان کی کلنٹن سے 3 گھنٹے کی ملاقات ہوئی اور ان تین گھنٹوں میں ہمارا وہ سرمایہ افتخار ہم سے چھن گیا جس کے لئے پورم قوم نے قربانیاں دی تھی۔ ملاقات ختم ہوئی تو ایک اعلان جاری کیا گیا جس کو دنیا اعلان واشنگٹن کے نام سے جانتی ہے۔ قوم آج تک حیران ہے یہ کیسا معاہدہ ہے جس میں فریق ثانی یعنی بھارت شامل ہی نہیں۔ حقیقت تو ہے کہ یہ معاہدہ نہ تھا امریکہ کا حکم تھا جسے ایٹمی پاکستان کے امیرالمومنین نے من و عن قبول کرلیا۔ یہ معاہدہ اس قدر ذلت آمیز تھا کہ انڈیا ٹوڈے نے اپنے 2 اگست کے شمارے میں لکھتا ہے۔

"یہ معاہدہ اتنا مضحکہ خیز ہے اور اس پر نواز شریف کا اتنا تمسخر اڑایا گیا ہے کہ ہمیں شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس معاہدے پر دستخط کرنے کے لئے نواز شریف واشنگٹن گئے ہیں اٹل بہاری واجپائی کو نہیں جانا پڑا۔"

فرنٹ لائن اپنی 17 جولائی تا 30 جولائی کی اشاعت میں اعلان واشنگٹن کو ٹائٹل سٹوری بنا کر طنزیہ انداز میں لکھتا ہے۔

"The Pakistani "Spin" was only to be expected for the Prime Minister could not return home "empty handed" Perpahs the photo session with clinton at the end of the talks cold have well served the purpose of whipping up the feeling back home as to how "close" Sharif was to Clinton."

چلیں یہ تو بھارتی اخبارات تھے اور مشاہد صاحب کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ بھارت ہمارا دشمن اس لئے اسے ہماری کامیابی ہضم نہیں ہو رہی اس لئے ہم ایک نظر ٹائم میگزین کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس معاہدہ کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ 19 جولائی کی اشاعت میں اس نے لکھا "نواز شریف نے وہی وعدے کئے جن کا بھارت مطالبہ کر رہا تھا۔"

دوسری طرف ہمارے حکومتی ادارے ہیں کہ اس تین گھنٹے کی ملاقات کو انسانی زندگی کی معراج قرار دے رہے ہیں۔

فاعتبروا یااولی الابصار

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

اعلان واشنگٹن ـــــ متن

اب ہم اعلان واشنگٹن کے اصل متن کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ صورت حال واضح طور پر سمجھ آسکے اور قومی غیرت کے اس نیلام کی حقیقی تصویر نظروں کے سامنے آ سکے۔

1— President Clinton and Prime Minister Nawaz Sharif Share the view that the current fighting in the Kargil region of Kashmr is dangerous and contains the seeds of wider conflict.

ترجمہ:۔ صدر کلنٹن اور وزیراعظم نواز شریف نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کشمیر کے کرگل ریجن میں حالیہ لڑائی خطرناک ہے اور اس کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر جنگ ہو سکتی ہے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

2—— It was vital for the peace of South Asia that the Line of Control in Kashmir be respected by both parties, in accordance with their 1972 Simla Accord.

ترجمہ:۔ جنوبی ایشیاء میں امن کے لئے ضرور ہے کہ فریقین 1972ء کے شملہ معاہدے کے مطابق لائن آف کنٹرول کا احترام کریں۔

3—— Concrete steps will be taken for the restoration of the Line of Control in accordance with the Simla Agreement.

ترجمہ:۔ شملہ معاہدہ کے مطابق لائن آف کنٹرول کی بحالی کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں گے۔

4—— The President urged an immediate cessation of the hostilities once these steps are taken.

ترجمہ:۔ صدر نے اس بات پر زور دیا کہ ان اقدامات کے بعد ایک دوسرے کے خلاف جارحیت فوری طور پر بند کردی جائے۔

5—— Bilateral dialogue begun in Lahore in Februay, provides the best forum for resolving all issues dividing India and Pakistan, including Kashmir.

ترجمہ:۔ بھارت اور پاکستان کے درمیان کشمیر سمیت تمام تنازعات طے کرنے کے لئے فروری میں لاہور میں شروع ہونے والے دو طرفہ مذاکرات بہترین فورم ہیں۔

6—— The President said he would take a personal interest in encouraging an expeditious resumption and intensification of thse bilateral efforts, once the sanctity of the Lone of Control has been fully

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

restored.

ترجمہ:۔ صدر نے کہا کہ لائن آف کنٹرول کی بحالی کے بعد ان دو طرفہ کوششوں کی حوصلہ افزائی اور اس عمل کو تیز کرنے میں وہ ذاتی دل چسپی لیں گے۔

7—— The President reaffirmed his intent to pay an early visit to South Asia.

ترجمہ:۔ صدر نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ وہ جلد جنوبی ایشیاء کا دورہ کریں گے۔

(iv) حکومتی دعوے اور زمینی حقائق

یہ نواز شریف کے امریکہ جانے سے چند دن پہلے کی بات ہے۔ مشاہد حسین نے انڈیا ٹوڈے کے نمائندے سے بات چیت کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ پاکستانی عوام کو کسی بھی ڈیل کو ذہنی طور پر قبول کرنے کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے ان کا کہنا تھا کہ عوام کو کس بھی معاہدے کے بارے میں قائل کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ انڈیا ٹوڈے کے بقول مشاہد حسین کے الفاظ تھے۔

"Convincing the Pakistani people to accept a peace deal would not be hard.

We had no difficulty with the Lahore Declaration and we will have no difficulty this time either."

(انڈیا ٹوڈے—— 26 جولائی)

یہاں اس بحث میں پڑے بغیر کہ نواز شریف کے واشنگٹن جانے سے پہلے ہی مشاہد حسین کس بنیاد پر یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ "no difficulty this time either"، ہم حکومتی دعوؤں کی صحت زمینی حقائق کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اعلان واشنگٹن پر دستخط کے ساتھ ہی مشاہد حسین کے فارمولے پر عمل شروع ہو گیا کہ عوام کو اس ڈیل کے بارے میں قائل کیا جائے چنانچہ چن چن کر ایسے

allurdupdfnovels.blogspot.com

لوگوں کو ٹی۔ وی پر بلایا جانے لگا جو اعلان واشنگٹن کی خوبیاں بیان کر کے ٹی وی پر اپنی تصویر دیکھ کر دل بہلا سکیں۔ ریڈیو اور ٹی وی تو حکومتی کنٹرول میں تھا ہی اب ضرورت اس بات کی تھی کہ پرنٹ میڈیا اور خصوصاً اردو اخبارات کو کنٹرول کیا جائے اور حکومتی حلقے جی بھر کر ڈس انفارمیشن پھیلائیں تاکہ جھوٹ کے جبڑوں سے سچ برآمد کرنا ممکن ہی نہ رہے۔ چنانچہ پھر چند اردو اخبارات میں جو کچھ لکھا گیا اسے پڑھا جانا چاہئے اور اگر آنکھ میں چند آنسو بچ گئے ہوں تو بازار میں بکتی دانش کے دکھ میں بہا دینے چاہئیں۔

حکومت کی جانب سے منظم انداز میں چلائی گئی اس ڈس انفارمیشن مہم کے دو حصے

1- OFFENSIVE

2- DEFENSIVE

تو پہلے ہم OFFENSIVE DISINFORMATION کا جائزہ لیتے ہیں۔

اس فیز میں حکومتی سرپرستی میں کام کرنے والے اداروں' وزراء' الیکٹرانک میڈیا اور ان سیاسی ٹیموں نے جن کی بقاء اسی میں تھی کہ نواز شریف کی ہاں میں ہاں ملائیں اعلان واشنگٹن کو فتح مبین کی صورت میں پیش کرتے ہوئے اس کے فضائل بیان کئے اس کے فوائد پر لکھا اور اسے صلح حدیبیہ سے ملانے کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ اس مہم میں جو دعوے کئے گئے ذیل میں ہم ان کا جائزہ لیں گے۔

(الف) اعلان واشنگٹن سے مسئلہ کشمیر انٹرنیشنلائز ہوا۔

اعلان واشنگٹن کے بعد سرکاری ذرائع بڑے زور و شور سے یہ دعویٰ کرتے پائے گئے کہ اب مسئلہ کشمیر انٹرنیشنلائز ہو گیا ہے لہٰذا پوری قوم کو وزیراعظم کی اس اعلیٰ حکمت عملی اور پر بصیرت فیصلے کی تائید کرنی چاہئے۔

قارئین' آج کے دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ اقوام متحدہ پوری دنیا کا سب سے بڑا ادارہ ہے اور جو مسئلہ یہاں پہنچ جائے وہ انٹرنیشنلائز ہو جاتا ہے۔ کشمیر کا مسئلہ اعلان

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

واشنگٹن سے پہلے ہی U.N کی قراردادوں میں موجود تھا اور U.N کشمیریوں کے حق خودادایت کے حق میں ایک قرارداد منظور کر چکی تھی یعنی یہ مسئلہ پہلے ہی سے انٹرنیشنلائز تھا۔ اب ہماری حکومت کا کام یہ تھا کہ اسے U.N کی قرارداد کے مطابق حل کرنے پر زور دیتی جیسا کہ ایشین ایج کے ایڈیٹر ایم جے اکبر 5 جون 1999ء کی اشاعت میں شائع ہونے والے اپنے مضمون The Blind Hawks of BJP میں کہتے ہیں: پاکستان کو کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ میں لے جانا انہیں یہ وہاں پہلے سے ہی ہے اس کا کام تو اسے سرگرمی سے متحرک کرنا ہے۔"

خود بھارتی حکومت کو معرکہ کرگل کے دنوں میں یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں پاکستان اس مسئلے کو لے کر U.N میں نہ چلا جائے۔ ایشین ایج کی 26 جون کی اشاعت میں سیمی مصطفیٰ نے لکھا

"The M.E.A oficials fear that a "certain Internationalization" of Kashmir is taking place and the issue wil be carried to the U.N. security council before the end of this year."

"بھارت کی منسٹری آف ایکسٹرنل افیرز کو یہ خدشہ لاحق ہے کہ مسئلہ کشمیر انٹرنیشنلائز ہو رہا ہے اور اس سال کے اواخر میں یہ ایشو اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔"

"دی انڈیپنڈنٹ" لندن نے بھی اپنی 2 مئی کی اشاعت میں انہی خیالات کا اظہار کیا۔

"The U.N may be the only hope for peace in Kashmir."

"اقوام متحدہ ہی کشمیر میں امن کی آخری امید ہو سکتی ہے۔"

"Bangladlesh observer" ڈھاکہ نے 9 جون کی اشاعت میں کہا "World must get Involved in Kashmir" اور عربی جریدے المجتمع

allurdupdfnovels.blogspot.com

نے اپنی جون 1999ء کی اشاعت میں لکھا "کرگل کے تنازعے نے دنیا کی توجہ کشمیر کی جانب مبذول کروالی ہے اور اب پاکستان کے پاس سنہری موقع ہے کہ اقوام عالم پر زور دے کر مسئل کشمیر کو U.N. کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے۔ U.N. کشمیریوں کے حق خودادایت کو مان چکی ہے اور اب اگر پاکستان نے ان قراردادوں سے ہٹ کر کوئی اور راستہ ڈھونڈنے کی کوشش کی تو وہ یہ موقع کھو دے گا۔"

لیکن عالمی رائے عامہ کے برعکس پاکستان نے کیا کیا؟

میاں صاحب نے اعلان واشنگٹن کی رو سے تسلیم کرلیا کہ

"Bilateral dialogue begun in Lahore in February provides the best forum for resolving all issues———— including Kashmir."

یعنی کشمیر سمیت تمام تنازعات طے کرنے کے لئے فروری میں ہونے والے دو طرفہ مذاکرات بہترین فورم ہیں۔

اس طرح پاکستان نے دو طرفہ مذاکرات (اعلان لاہور) کو بہترین فورم قرار دیکر U.N کی ان قراردادوں کو جو بھارت کے سر پر خطرے کی ننگی تلوار تھیں خود ہی Disown کرکے مسئلہ کشمیر کو ایک عالمی مسئلہ کی بجائے دو ممالک کا تنازعہ قرار دے دیا جس پر فرنٹ لائن نے اپنی 17 جولائی کی اشاعت میں اچھا خاصا طنز کرتے ہوئے لکھا

"پاکستان نے اعلان واشنگٹن کی رو سے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ اعلان لاہور کے تناظر میں ہونے والے دو طرفہ مذاکرات ہی بھارت اور پاکستان کے درمیان تمام مسائل حل کے لئے بہترین فورم ہیں سوچنے کی بات یہ ہے کہ اب اقوام متحدہ کی قراردادوں کا کیا بنے گا جن کو پاکستان خود ہی فرسودہ قرار دے چکا ہے کیونکہ اس کے نزدیک اقوام متحدہ کی بجائے اعلان لاہور وہ بہترین فورم ہے جو تمام مسائل کو حل کر سکتا ہے۔"

آگے جاکر اسی اشاعت میں امیت براہو اپنے مضمون

A 'sell — out' and Some hard — sell

میں چین اور ایران سے سوال کرتا ہے کہ جب وزیراعظم پاکستان یہ بات تسلیم کر چکے ہیں کہ اعلان لاہور کی رو سے دو طرفہ مذاکرات ہی مسئلہ کا بہترین حل ہیں تو آپ کیوں U.N کی قراداروں پر زور دے رہے ہیں۔ اس نے عالمی برادری سے کہا کہ وہ چین اور ایران کے اس رویئے کا نوٹس لے جب دو ملک باہم تنازعات آپس میں مل بیٹھ کر حل کرنا چاہتے ہیں تو یہ ممالک کیوں دخل اندازی کر رہے ہیں لیکن ایران نے پھر بھی دوستی کے تقاضے پورے کرتے ہوئے پاکستان کو متنبہ کیا کہ وہ اس چال میں نہ آئے اور مشورہ دیا کہ مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق ہی حل کیا جائے۔ ایران کی طرف سے یہ پیغام وزیر ثقافت آیت اللہ مہاجرانی نے صدر مملکت جناب رفیق تارڑ کو 28 جولائی کو پہنچایا (اوصاف 29 جولائی) لیکن پاکستان اپنے پیروں پر کلہاڑی مار چکا تھا اور اچھا خاصا بین الاقوامی مسئلہ محض دو ممالک کا مسئلہ بن کر رہ گیا۔ یہ وہ نادانی اور ناانصافی تھی جس پر آزاد عالمی پریس چیخ اٹھا مگر پاکستان کی طرف خاموشی رہی۔ عالمی پریس میں اس زیادتی کو اتنی شدت سے محسوس کیا گیا کہ صدر کلنٹن اور وزیراعظم نواز شریف کی تین گھنٹے کی ملاقات کے بعد جب وائٹ ہاؤس میں انتظامیہ کے سینئر اہلکاروں کی طرف سے بریفنگ دی گئی تو خود امریکی صحافی اس پر چپ نہ رہ سکے اور ایک صحافی نے اٹھ کر سوال کیا۔

"بیان میں شملہ معاہدے اور اعلان لاہور پر زور دیا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے دو طرفہ مذاکرات کرلیں۔ کیا آپ بتائیں گے کہ سیکورٹی کونسل (اقوام متحدہ) کی قراردادوں کے متعلق کیوں نہیں کچھ کہا گیا۔"

جس پر انتظامیہ کے اہلکار نے یہ کہہ کر Excuse کرلیا کہ آپ جانتے ہیں میں ایک دو نمبر اہلکار ہوں۔ آپ سیاق و سباق میں مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کریں لیکن وہ صحافی دوبارہ کھڑا ہو گیا اور اس نے غصے عالم میں سوال کیا۔

"صدر کلنٹن اور امریکہ کے ہر سینئر اہلکار نے عراق کی صرف اس لئے مذمت کی ہے کہ وہ سیکورٹی کونسل کی قراردادوں پر عمل نہیں کر رہا لیکن جناب' بھارت بھی

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

تو ان قراردادوں پر عمل نہیں کر رہا لیکن آپ لوگ بھارت کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہتے۔ امریکہ کا یہ دوہرا معیار کیوں"

اس پر انتظامیہ کے اہلکار نے جواب دیا۔

"ہماری توجہ حال پر مرکوز ہے اور لاہور میں دونوں وزرائے اعظم کے مشترکہ اعلامیہ کے بعد ہم پرانی تاریخ پر غور نہیں کر رہے۔"

دوسرے لفظوں میں وہ کہہ رہے تھے کہ ہم یو این کی کشمیر پر قرردادوں کو محض اس لئے دفن کر چکے ہیں کہ ان میں پاکستان کو ریلیف دیا گیا ہے جو ہمارے مفادات کے خلاف ہے اور عراق کے بارے میں ہم U.N کی قراردادوں پر اس لئے زور دے رہے ہیں کہ وہاں ہمیں ریلیف دیا گیا۔

ایک طرف یہ حال کہ خود امریکی صحافی اس ناانصافی پر چلا رہے تھے اور دوسری طرف ہمارے اخبارات تھے جو اعلان واشنگٹن کو صلح حدیبیہ کے برابر ثابت کرنے کی سرتوڑ کوششوں میں مصروف تھے ـــــ قوم کی تاریخ لکھی جا رہی تھی اور کردار کا یہ حال تھا۔

(ب) کلنٹن کی ذاتی دلچسپی

اعلان واشنگٹن کے حق میں دوسری دلیل یہ دی جانے لگی کہ معاہدے کی شق نمبر 6 کے مطابق صدر کلنٹن نے مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے دل چسپی لینے کا وعدہ کیا ہے لہٰذا اب بھارت زیادہ دیر کشمیر پر قابض نہیں رہ سکے گا۔

اس دعوے کی مضحکہ خیزی کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ فرنٹ لائن کی ایک اشاعت میں پوری پاکستان قوم کا تمسخر اڑاتے ہوئے کہا گیا ہے "پاکستانی وزیراعظم واشنگٹن میں سب کچھ ہار آئے ہیں بدلے میں انہیں "کلنٹن کی دل چسپی ملی ہے"ـــــ (بحوالہ محاذ کشمیر ستمبر 99ـــــ کلنٹن کی ذاتی دلچسپی، حقیقت کیا ہے۔ سید افتخار احمد) قارئین معاہدے کی شق نمبر 6 ذرا غور سے پڑھئے۔ اس کے مطابق صدر کلنٹن صرف دو طرفہ مذاکرات اور ان کے سلسلے میں کی جانے والی کوششوں میں ذاتی دل چسپی لیں گے پتا نہیں ہمارے حکومتی اہلکاروں نے "کشمیر" کا لفظ کب اور کیسے ڈال لیا۔ 4 جولائی کو وائٹ میں امریکی انتظامیہ کی طرف سے دی گئی پریس بریفنگ میں ان اہلکاروں نے صاف طور پر اس بات کی وضاحت کی کہ صدر صرف پاک بھارت دوطرفہ امن بات چیت کو آگے بڑھانے اور ان کی آپس میں دوطرفہ مذاکرات کی کوششوں کو تیز کرنے میں ذاتی دل چسپی لیں گے۔ اس اہلکار نے یہ بھی تسلیم کیا کہ امریکی کہ طرف سے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا گیا کہ وہ کشمیر کے حل میں دل چسپی لے گا۔ بلکہ اس نے نواز کلنٹن ملاقات کے تناظر میں یہاں تک کہا کہ "آج کی ملاقات معاہدے کی تاریخ یا کشمیر کے متعلق نہیں تھی یہ صرف کرگل کی صورتحال کے متعلق تھی۔"

حد تو یہ ہے کہ 20 جولائی تک (یعنی اعلان واشنگٹن کے دو ہفتہ بعد تک) امریکہ کی طرف سے ایسے 14 بیانات آ چکے تھے کہ ہم نے کسی قسم کا Mediation کا کوئی وعدہ نہیں کیا اور ہم اپنے آپ کو اس میں مزید ملوث نہیں کرنا چاہتے (ارشاد حقانی، جنگ، اعلان واشنگٹن تازہ ترین صورت حال، 20 جولائی 1999ء) لیکن حکومتی زیر اثر ذرائع ایک ہی راگ الاپے جا رہے تھے کہ کلنٹن کی ذاتی دل چسپی مسئلہ کشمیر حل کرا دے گی دوسری طرف جولائی 1999ء کا نیوز ویک واضح طور پر یہ کہہ رہا ہے کہ ثالثی کی کوئی پیش کش نہیں کی گئی۔

یہاں ہم چند لمحوں کے لئے امریکی وضاحتوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے سرکاری میڈیا کے اس دعوے پر یقین بھی کر لیں کہ کلنٹن نے مسئلہ کشمیر کے حل میں ذاتی دلچسپی لینے کا وعدہ کیا ہے تب بھی اس میں خوشی کی کوئی بات اور مسرت و شادمانی کا کوئی پہلو نہیں نکلتا بلکہ ایسی صورت میں تو معاملات مزید خراب ہونے کا خطرہ ہے۔

وہ کلنٹن جو صدر بننے کے بعد سب سے پہلے نیویارک کے یہودیوں کی دعوت قبول کرتے ہوئے ان کے سب سے بڑے معبد میں جا کر کہتے ہیں:

میری عمر اس وقت تقریباً سات سال ہو گی جب میں اپنے والد کے ہمراہ ایک ربی

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

کے گھر کھانے پر گیا۔ کھانے کی میز پر میرے والد کے یہودی دوست نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ لڑکا ایک دن امریکہ کے اہم ترین عہدے پر پہنچ کر یہودی مقاصد کی تکمیل کے لئے بڑا کام کرے گا۔"

وہ کلنٹن جن کی کابینہ میں سینڈی برگر' ایلی سیگل' الفرام' راہم ایمونیل' رابرٹ ایچ' پرلنگ' سارہ اہرمن' ڈیوڈولیم' لیس ایسپن اور میڈیلین ابرائٹ جیسی یہودی شخصیات ہیں' جن کی اپنی بیوی یہودیوں کی عالمی تنظیم "ورلڈ جیوری" کی اہم رکن ہے اور جنہوں نے 25 اہم ممالک میں یہودیوں کو بطور سفیر تعینات کیا ہوا ہے اور جن کے ملک کی معیشت کا تمام تر دارومدار 70% یہودی سرمائے پر ہے' وہ اگر ذاتی دلچسپی کا وعدہ کر بھی لیں تو اس ذاتی دلچسپی کا جھکاؤ بھارت کی طرف تو ہو سکتا ہے مگر پاکستان کی طرف نہیں ہو سکتا لہٰذا صدر کلنٹن کی ذاتی دلچسپی کی نوید سنا کر قوم کو مطمئن کرنے کی کوشش کرنے والے لوگ احمقوں کی جنت سے نکل آئیں تو اچھا ہو گا کیونکہ آج دنیا ایک گلوبل ولیج بن چکی ہے اور لوگ صرف PTV پر حکومتی قصیدے ہی نہیں سنا کرتے بلکہ وہ اخبارات عالم کی رائے سے بھی آگہی رکھتے ہیں اور انہیں زمینی حقائق کا بخوبی علم ہوتا ہے۔۔۔۔اور زمینی حقائق حکومتی وعدوں کی تردید کر رہے ہیں۔

اب ہم آتے ہیں Defensive Disinformation کی طرف۔ جب Offensive Disinformation کا ڈرامہ مکمل طور پر فلاپ ہو گیا تو حکومت کے روشن دماغوں کو احساس ہوا کہ کوا سفید نہیں ہو سکا اب اس کے کالے پن کی تعریف شروع کی جائے چنانچہ حکومتی سرپرستی میں Defensive Disivformation کا دور شروع ہو گیا۔

وہی لوگ جو کل تک اعلان واشنگٹن کو پاکستان کی فتح قرار دے رہے تھے اب اسے مجبوری حالات کا شاخسانہ قرار دینے لگے۔ ایک منظم انداز میں شکست خوردگی کی مہم چلائی جانے لگی اور یہ باور کرایا جانے لگا کہ ہم اس حالت میں نہیں تھے کہ بھارت کا مقابلہ کر سکیں لہٰذا ہم نے وقتی طور پر پسپائی اختیار کر کے ملک و قوم کو ایک بہت بڑی تباہی سے بچا لیا۔ ارباب حکومت کی طرف سے پیش کئے گئے ان lame Excuses کی فہرست بہت طویل ہے کیونکہ شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار ان دنوں بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے تھے حتیٰ کہ ایک رکن اسمبلی نے مسلم لیگ ہاؤس پنجاب میں منعقدہ ایک تقریب میں یہاں تک کہہ دیا کہ میں نواز شریف کا کتے سے زیادہ وفادار ہوں تاہم' ہم چند تاویلات کا جائزہ لیتے ہیں۔ جن کے تناظر میں قوم کو اعلان واشنگٹن ایک ناگزیر مجبوری سمجھ کر قبول کرنے کو کہا گیا۔

(الف) ایٹمی جنگ کا خطرہ تھا

کہا گیا کہ ایٹمی جنگ کا خطرہ تھا اور دونوں ممالک تباہی کے دہانے پر کھڑے تھے ایسے میں میاں نواز شریف صاحب نے اپنی سیاست داؤ پر لگاتے ہوئے ملک و قوم کے مفاد میں ایک مدبرانہ فیصلہ کرتے ہوئے اعلان واشنگٹن پر دستخط کر کے کرگل سے پسپائی اختیار کر لی۔

حکومت کے اس دعوے میں قطعاً صداقت نہیں پائی جاتی۔ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ ایٹمی جنگ کا خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا اور یکم جولائی 1999ء کی فرنٹ لائن کی اشاعت میں واجپائی کا یہ بیان اس بات کی صداقت کی گواہی دیتا ہے:

"No responsible person can or should raise the issue of Nuclear exchange or fears about it in the context of the Kargil crises."

جنرل زینی کی اسلام آباد آمد سے قبل میڈیلین البرائٹ اور کارل انڈر فرتھ بھی اس قسم کے شکوک و شبہات کی نفی کر چکے تھے کہ پاکستان اور بھارت میں ایٹمی جنگ ہو سکتی ہے ایٹمی جنگ کا خطرہ جنرل زینی کی اسلام آباد آمد کے بعد "اٹھنا" شروع ہوا جب چوہدری نثار کے بھائی نے جو سیکرٹری دفاع ہیں اور وزیراعظم کے خاصے قریب ہے

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

میاں صاحب کو باور کرانا شروع کر دیا کہ ایٹمی جنگ شروع ہو سکتی ہے۔ ان کا ایٹمی جنگ کے امکانات کا یہ اظہار دراصل امریکہ کی جانب سے شروع کی گئی اعصابی جنگ کا ایک حصہ تھا۔ امریکہ اور G-8 اپنے میڈیا اور وزراء کی وساطت سے حکومت پاکستان کو ایک ایٹمی جنگ کے خطرے سے ڈرا رہے تھے اور اندرونی طور پر سیکرٹری دفاع کے قبیلے کے اور لوگ وزیراعظم کے گرد حصار قائم کر چکے تھے اور انہیں ہر لمحے یہ باور کرایا جا رہا تھا کہ ایٹمی جنگ کے مہیب بادل خطے پر امڈ رہے ہیں چنانچہ آخر وقت آ کر میاں صاحب کے اعصاب جواب دے گئے اور بقول نیوزویک "وہ کلنٹن سے ملاقات کے لئے گڑگڑاتے رہے"

جب امریکہ نے اندرونی اور بیرونی دباؤ ڈلوا کر وزیراعظم کو ایٹمی جنگ کے خطرے سے خوفزدہ کر لیا تو پھر اس خوف کے بطن سے اعلان واشنگٹن نے جنم لیا حالانکہ حقیقت تو یہ تھی کہ نیوزویک کا نمائندہ ٹونی کلفٹن بھی اب کہہ رہا ہے کہ دونوں کے درمیان ایٹمی جنگ کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ بھارتی جنرل وی پی ملک سے جب اس نے ایٹمی جنگ کے امکانات پر سوال کیا تو ان کا جواب تھا——— "Zero"

کمزور قیادت جب اعلان واشنگٹن پر دستخط کر چکی تو اسے اپنی سیاسی جاگیر خطرے میں نظر آئی چنانچہ عوام کو اس فیصلے کے بارے میں Zero Reaction کی سطح تک لانے کے لئے اسی چھتری تلے پناہ لی گئی۔ بجائے اس کے کہ کوتاہ اندیش قیادت اپنی غلطی تسلیم کرتی الٹا ایٹمی جنگ کے غبارے میں ہوا بھری جانے لگی اور عوام سے کہا گیا کہ اعلان واشنگٹن نے آپ کو ایک تباہ کن ایٹمی جنگ سے بچا لیا ہے۔ سردار قیوم کا کہنا تھا کہ لوگوں کو ایٹمی جنگ کی تباہ کاریوں کا علم نہیں اسی لئے اعلان واشنگٹن کے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔

تاریخ انسانی میں ایٹم بم صرف اس ملک پر گرایا گیا ہے جس کے پاس جواب دینے کے لئے ایٹم بم نہ تھا۔ جب ایک طاقت کو علم ہو کہ فریق مخالف کے پاس بھی یہی چیز

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

موجود ہے تو پھر کوئی اس قسم کا قدم نہیں اٹھاتا یہ تو ایک ڈیٹرنٹ ہوتا ہے یعنی یہ جنگ کو روکتا ہے لیکن ہمارے ساتھ ہاتھ یہ ہو گیا ہے کہ اپنا ہی ایٹم بم اپنے ہی خلاف استعمال ہو گیا ہے۔ ہم نے دنیا کو بتا دیا ہے کہ اگرچہ ہمارے پاس ایٹم بم موجود ہے لیکن ہم اسے چلانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے اور ہم کسی بھی ایٹمی جنگ سے بچنے کے لئے جائز موقف تک سے دستبردار ہو جایا کریں گے یعنی ایک طرح سے کمزوری دکھا کر ہم نے دشمن کو آئندہ کے لئے ایٹمی بلیک میلنگ کی راہ دکھا دی ہے۔ آج ہم نے ایٹمی جنگ سے بچنے کے لئے کرگل چھوڑا۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کل کو عالمی طاقتیں ایٹمی جنگ کی دھمکی دے کر ہمیں کشمیر ہی سے دستبردار ہونے کا "حکم" دیں——— کیا ہم اس وقت بھی ایٹمی جنگ سے بچنا چاہیں گے۔ جس طرح ہمیں ایٹمی بلیک میلنگ کا نشانہ بنایا گیا ہے اسی طرح خروشیف نے بھی ایک وقت تھا کہ امریکہ کو ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کی دھمکی دی تھی اور کیوبا میں میزائلوں پر ایٹمی ہتھیار نصب کروا کر کہا کہ ہم ایٹمی جنگ کرنا چاہتے ہیں۔

جواب میں امریکی صدر کینیڈی نے بجائے ہماری طرح سرنڈر کرنے کے کہا کہ ہم ایٹمی جنگ کے لئے تیار ہیں اور ساتھ ہی اپنی فوجوں کو الرٹ کر دیا۔ امریکہ کا سٹینڈ لینا تھا کہ وہی خروشیف جو سلامتی کونسل میں میز پر جوتا مارا کرتا تھا گھگھیا کر اقوام عالم سے کہنے لگا کہ میں نے تو یونہی بات کی تھی ہم ایٹمی جنگ میں نہیں پڑنا چاہتے۔ یہ ایک اعصابی جنگ تھی اگر امریکہ ہار جاتا تو روس اس پر چڑھ دوڑتا لیکن امریکہ ڈٹ گیا اور یہ بلا روس کو الٹی گلے پڑ گئی۔ عسکری ماہرین کہتے ہیں کہ روس اسی روز ٹوٹ گیا تھا جب وہ ایٹمی بلیک میلنگ کا شکار ہو کر امریکہ سے دب گیا کیونکہ اس کے بعد امریکہ نے بار بار سے بلیک میل کیا اور شکست خوردہ روس اس ایٹمی بلیک میلنگ کا جواب نہ دے پایا——— کیا ہم دے پائیں گے؟

allurdupdfnovels.blogspot.com

(ب) ہم عسکری طور پر کمزور تھے

اعلان واشنگٹن کے جواز میں دوسرا نقطہ یہ اٹھایا گیا کہ ہم بھارت کا عسکری میدان میں مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے کیونکہ بھارت کے پاس ہم سے کئی گنا زیادہ طاقت ہے ایسے میں اگر جنگ ہو جاتی تو پاکستان بھارت کا دو ہفتے سے زیادہ مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔

کہا گیا کہ:

1۔ ہماری نیوی کمزور ہے دشمن کراچی کا محاصرہ کر سکتا ہے۔

2۔ بھارت کو عددی برتری بھی ہے اور روایتی اسلحہ میں بھی وہ بہت آگے ہے۔

اس لئے کرگل کی خاطر پاکستان کی سالمیت کو داؤ پر نہیں لگایا جا سکتا۔

اعلان واشنگٹن کے دفاع میں اٹھایا جانے والا یہ نقطہ شکست خوردہ ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے اور اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے بھارت ہم سے عسکری لحاظ سے کئی گنا طاقتور ہے اور یہ کہ اس کی افواج بہت زیادہ ہیں ——— یہ درست ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں لیکن یہ حقیقت بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ فرق تو روز اول سے تھا اور رہے گا۔ آپ اس کو ختم نہیں کر سکتے۔ ان کی آبادی زیادہ ہے ان کے پاس وسائل زیادہ ہیں آپ کے 3.7 بلین ڈالر دفاعی بجٹ کے مقابلے میں ان کا دفاعی بجٹ 10.4 بلین ڈالر رہا ہے۔[1] لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ وہ ہمیں دو ہفتوں میں کچل سکتے ہیں کیونکہ یہ معاملہ Quantity کا نہیں Quality کا ہے اور زمینی حقائق کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو ایسے کئی پہلو نکلتے ہیں جو Qualitatively ہمیں بھارت پر برتر ثابت کرنے کو کافی ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جنگ کی صورت میں ہم دو ہفتے سے زیادہ لڑنے کی پوزیشن میں نہیں تھے یہ جھوٹ ہے ——— سفید جھوٹ۔ آئی ایس آئی کے

1۔ 1996۔ انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سٹریٹجک سٹڈیز لندن کے اعداد و شمار کے مطابق

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

سابق سربراہ جنرل حمید گل یہ انکشاف کر چکے ہیں کہ 1988ء میں جب وہ ریٹائر ہوئے تو فوج کے پاس 45 دن جنگ کرنے کی صلاحیت موجود تھی[1] اب تو اس میں مزید اضافہ ہوا ہو گا پھر یہ کہ اس وقت چند ایسے تکنیکی پہلو بھی تھے جن کی وجہ سے بھارت کافی کمزور پوزیشن میں چلا گیا تھا لہٰذا اس بات میں کوئی صداقت نظر نہیں آتی اور اکانومسٹ 2 جولائی کے ایڈیٹوریل نوٹ کے مطابق ایسی تمام باتیں اس لئے پھیلیں کہ پاکستانی حکومت ایسے معاملات ڈسکس کرنے کے لئے کوئی مناسب انتظام نہیں کرتی' متعلقہ اداروں سے نہیں پوچھا جاتا' دانشوروں کی رائے نہیں لی جاتی بس حکمرانوں کا قرب رکھنے والے جو کہ دیں وہی سچ مان لیا جاتا ہے۔

اب ہم اس دعوے کا جائزہ لیتے ہیں کہ ہماری مسلح افواج لڑنے کی پوزیشن میں نہیں تھیں۔

کہا گیا کہ دشمن کراچی کا محاصرہ کر سکتا ہے کیونکہ ہماری بحریہ کمزور ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ ہندوستان کی 6 سب میرینز مرمت کے لئے روس میں کھڑی تھیں اور چار ہندوستان کی مختلف ڈاک یارڈز میں ری فٹنگ کے لئے گئی ہوئی تھیں۔ اب ہندوستان کے پاس 8 سب میرینز باقی تھیں جب کہ پاکستان کے پاس (IISS — 96) کے مطابق 6 سب میرینز ہیں جن میں یقیناً اضافہ ہوا ہو گا۔ یعنی یہاں تو مکمل توازن کی صورت حال ہے۔ بھارت کے پاس 5 ڈسٹرائر تھے ہمارے پاس 3 تھے' یہاں بھی کوئی اتنا فرق نہیں ہے۔ بھارت کے پاس فریگیٹس (چھوٹے بحری جہاز) کی تعداد 8[2] تھی جبکہ ہمارے پاس 18 تھے۔ یہاں ہمیں بھارت پر برتری حاصل ہے۔ پھر ایک دلچسپ بات یہ کہ بھارت کے دونوں ایئر کرافٹ کیریئرز (بحری بیڑے) حملے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ ان میں سے ایک جس کا نام "وکرم" تھا اس حد تک ناکارہ اور فرسودہ ہو چکا تھا کہ 4 جولائی 1999ء کو 39 ملین روپے میں سکریپ میں فروخت کر دیا گیا اور دوسرا

1۔ "کیا پاک فوج جنگ کے لئے تیار نہ تھی" حمید گل۔ اساس 13 اگست 99 ص 3

2۔ نوائے وقت راولپنڈی میں 16 اگست 1999ء کو کرنل نعیم الاحسن ترمذی نے اپنے مضمون "بھارتی مسلح افواج" میں یہ تعداد 21 بتائی ہے اگر یہ تعداد 1 ہو تب بھی توازن بہرحال قائم رہتا ہے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

وریگاپٹم کی بندرہ گاہ پر ری فٹنگ کے مراحل سے گزر رہا تھا جس پر دو سال کا عرصہ لگتا تھا جبکہ جنرل اروڑہ کا کہنا تھا کہ مجاہدین چند ماہ اور کرگل پر قابض رہتے تو بھارتی افواج لداخ اور سیاچن میں سرنڈر کر جائیں گی۔ پھر کراچی سے اڑنے والے ہمارے F-16 طیارے اور پریون میزائل نہ صرف بحریہ کو سپورٹ کر سکتے تھے بلکہ ہندوستان کے کلنڈلا کے مقام سے تیل لے جانے والے جہاز بھی ان کی زد میں تھے۔ 28 جولائی کو آئی ایس پی آر کے برگیڈیر راشد قریشی نے اس تناظر میں بالکل صحیح کہا کہ "بھارتی بحریہ کراچی کا محاصرہ نہیں کر سکتی کیونکہ پاکستان بھارت کے مقابلے میں بہتر پوزیشن میں ہے"

خود بھارتی ویسٹرن نیول کمانڈ کے کمانڈر انچیف وائس ایڈمرل مدوندر اسنگھ کا کہنا تھا کہ ان حالات میں پاکستان کو انڈین نیوی پر برتری حاصل ہے۔ (نیشن 29 جولائی)

اب ہم دوسرے پہلو کی طرف آتے ہیں کہ بھارت کو عددی برتری حاصل تھی اور وہ روایتی ہتھیاروں میں بہت آگے تھا اس لئے کرگل سے پسپائی اختیار کر کے ہم نے نہ صرف عوام بلکہ پاک فوج کو بھی ایک بہت بڑی تباہی سے بچالیا۔

یہ بھی ایک ادھورا سچ ہے۔ بجا کہ ہماری 6 لاکھ افواج کے مقابلے میں بھارت کے پاس 12 لاکھ فوج موجود ہے لیکن افواج کی یہ زیادتی فتح کی ضامن نہیں ٹھہرائی جا سکتی نہ ہی جنگیں محض اسلحہ کے انبار لگا کر جیتی جا سکتی ہیں بلکہ مواقع' جغرافیائی حالات اور تکنیکی بنیادوں پر حاصل کی گئی بالادستی کے بغیر محض اسلحہ کے ڈھیر سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کم از کم ویت نام میں امریکی' اور افغانستان میں روسی فوج کے عبرتناک انجام سے تو یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ مواقع' جغرافیائی حالات اور تکنیکی بنیادوں پر برتری کس کو حاصل تھی۔

کرگل میں جو کچھ ہو رہا تھا وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب بھارت کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی آپشن نہ تھا کہ سیاچن اور لداخ میں آئی فوج کو بچانے کے لئے کسی ایسے

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

پاکستانی علاقے پر قبضہ کرتا جس کے بعد وہ سودے بازی کی بہتر پوزیشن میں آ کر کوئی ڈیل کرتا۔ بھارت کے پاس چھمب' سماہنی اور منگلا متبادل سیکٹر تھے لیکن یہاں کامیابی کے امکانات کم تھے اور بالفرض اسے کامیابی حاصل ہو جاتی تب بھی یہ کرگل کا نعم البدل نہ ہوتی۔ بھارت کی کمزوریاں عیاں تھیں۔

1- اس کی 7 لاکھ فوج کشمیر میں مصروف تھی۔ ساڑھے تین لاکھ فوج آسام' ناگالینڈ' تری پورہ' مانی پور' میزورام اور مشرقی پنجاب میں الجھی ہوئی تھی۔ ایسے میں کوئی نیا محاذ کھولنے کی صورت میں اندرونی طور پر وہ شورشیں اور بغاوتیں جن پر اس نے دس لاکھ فوج کے ذریعے قابو پایا ہوا تھا دوبارہ سر اٹھاتیں اور اسے اندرونی عدم استحکام سے دوچار کر دیتیں دوسری صورت یہ تھی کہ بھارت ان فوجوں کو بلائے بغیر کسی محاذ پر حملہ کرتا۔ یہ ناممکن تھا کیونکہ باقی صرف ڈیڑھ پونے دو لاکھ فوج بچتی تھی اور اس سے حملہ اور دفاع کا کام نہیں لیا جا سکتا۔

2- کشمیر میں 7 لاکھ فوج کی مدد سے بھارت نے بمشکل حالات کو کسی حد تک قابو کیا تھا اب اگر یہ فوج محاذوں پر چلی جاتی تو مجاہدین کو کارروائیاں کھل کر کرنے کا موقع مل جاتا اور اندرون وادی بھارت کی گرفت کمزور پڑ جاتی اور وہ باہر سے پاکستان اور اندر سے مجاہدین کے دوہرے حملوں کا سامنا کرتا۔

3- ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ اگر بھارت کسی بھی سیکٹر پر حملہ کرتا تو پھر پاکستان فوج کو بھی کھل کر جواب دینے کا موقع مل جاتا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جغرافیائی طور پر کشمیر بھارت سے کٹا ہوا ہے اور پاکستان سے جڑا ہوا ہے۔ پاک افواج صرف اس سڑک پر قبضہ کر لیتیں جو تحصیل گورداسپور سے ہوتی ہوئی براستہ جموں' کشمیر کو جاتی ہے تو بھارت کا کشمیر سے زمینی راستہ کٹ جاتا تو وادی میں بھارتی فوج عملاً محصور ہو جاتی اور اس کے پاس دو آپشن بچتے یا تو سرنڈر کر جائے یا پھر چن چن کر موت کے گھاٹ اتار دی جائے۔

4- موسم برسات شروع ہونے کو تھا۔ برفباری اور بارش کی صورت میں بھارت کو

allurdupdfnovels.blogspot.com

ناموافق موسمی حالات ہی لے ڈوبتے۔

5۔ بھارت سے ایک اور بڑی تکنیکی غلطی یہ ہوئی کہ اس نے 150 بوفرتوپیں کرگل سیکٹر میں اکٹھی کر رکھی تھی جو عسکری اعتبار سے ایک بہت بڑی غلطی تھی اور کابینہ کمیٹی برائے سلامتی (CSS) کے اجلاس میں اس پر کافی تنقید بھی کی گئی کیونکہ پاکستان چند طیاروں کی قربانی دے کران کو تباہ کرنے کی پوزیشن میں تھا——ایک ہی سیکٹر پر اتنا "تاوان" ادا کرنا پڑ جاتا تو بھارت کو سمجھ آجاتی۔ جبکہ دوسری طرف قیام پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ پاکستان بہت بہتر پوزیشن میں تھا۔

(1) آج تک جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں۔ ہمیں مشرقی پاکستان کا دفاع بھی کرنا ہوتا تھا دفاعی وسائل محدود تھے اور واقعتاً یہ بہت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کی خاطر بعض اوقات مصلحت سے بھی کام لیا گیا کیونکہ یہ ہمارا ایک نہایت کمزور پہلو تھا ہم نے یہ پالیسی اپنائے رکھی کہ مشرقی پاکستان کا دفاع مغربی پاکستان سے ہو گا۔ نتیجہ" وہاں ہمارے دفاعی حصار میں Gaps رہ گئے لیکن اس وقت ہمارا کوئی حصہ ہم سے دور سے نہ تھا۔ ہمیں ہزاروں میل دور مشرقی پاکستان کا دفاع نہیں کرنا تھا بلکہ اب ہم ایک مٹھی کی متحد تھے۔

(2) بھارت میں علیٰحدگی کی کئی تحریکیں چل رہی تھیں جبکہ پاکستان میں یک جہتی کی صورت تھی۔ اے این پی پہلی دفعہ کھل کر بھارت کی مذمت کر رہی تھی اور آزادی کشمیر کے حق میں بات کر رہی تھی۔ ایم کیو ایم کے الطاف حسین پاک فوج کو پیشکش کر رہے تھے کہ اگر ضرورت پڑے تو حکم کریں ایم کیو ایم کے جوان آپ کے شانہ بشانہ ملک کے دفاع کے لے حاضر ہیں۔

(3) افغانستان کی صورت میں ہمیں ایک بہت بڑا ریلیف ملا تھا۔ آج تک جتنی بھی جنگیں ہوئیں ہمیں ادھر سے اطمینان نہ تھا اور ہمیں تقریباً 4 ڈویژن فوج ادھر رکھنا پڑتی تھی۔ اب ہمیں ایک دوست حکومت کے ہوتے ہوئے اس کے وہاں تعینات کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی یعنی افغانستان کی سرحد سے ہمیں چار ڈویژن فوج میسر تھی۔

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

گویا ہمارا فوجی توازن بن رہا تھا اور بھارت کا فوجی توازن بگڑ رہا تھا۔ یہی وہ حالات تھے جن کے تناظر میں امریکی محکمہ دفاع نے رپورٹ تیار کی کہ بھارت اس پوزیشن میں نہیں کہ وہ پاکستان کو شکست دے سکے اور خود ہماری حکومت کے وزراء بھی اس حقیقت سے باخبر تھے چوہدری شجاعت حسین کا کہنا تھا "امریکہ نے بھارت کو شرمندگی سے بچا لیا" (نیشن 20 جولائی 1999) وزیر داخلہ کا یہ بیان اعتراف حقیقت ہے کہ اعلان واشنگٹن نے پاک آرمی کو نہیں بلکہ انڈین آرمی کو تباہی سے بچا لیا ہے ورنہ انڈین آرمی کے نوحے تو سارا عالمی پریس لکھ رہا تھا۔

انڈیا ٹوڈے 26 جولائی کی اشاعت میں کہتا ہے۔

"The limitations of the mighty Indian Army were all too evident in the first wo weeks of the battle."

بھارت کے 15 کور کے کمانڈر جنرل کرشن پال نی ایک انٹرویو میں کہا

"فوج بغاوت کچلنے میں مصروف ہے مگر اسے مقامی آبادی کی حمایت حاصل نہیں"

روزنامہ امت۔ 27 مئی 1999ء۔ "بھارت یہ جنگ نہیں جیت سکتا۔" ارشاد محمود

فرنٹ لائن نے اپنی 5 تا 18 جون 1999ء کی اشاعت میں یہ تسلیم کیا کہ تحریک آزادی کشمیر اپنے منطقی انجام کی طرف جا رہی ہے اس کا کہنا تھا۔

"It is better organized and producing better results."

"دی گارڈین" لندن کی نمائندہ سوزن گولڈن برگ 7 جون کے شمارے میں لکھتی ہیں کہ بھارتی فوج سخت پریشان ہے اور "لوگ بھارتی سپاہیوں کی پریشانی سے لطف لے رہے ہیں"

ان تمام حالات و واقعات سے ہٹ کر اب ہم ذرا بھارتی فوج کی کارکردگی کا ایک جائزہ لیتے ہیں تاکہ Qualitatively Difference واضح ہو سکے۔

* 1948ء کی جنگ میں بھارت کو ہم پر آج سے 10 گنا زیادہ برتری حاصل تھی۔ ہمارے حصے میں جو جنگی ساز و سامان آنا تھا وہ بھی ہمیں نہیں دیا گیا تھا بھارت کی فوج

allurdupdfnovels.blogspot.com

مکمل طور پر ہم سے بہتر پوزیشن میں تھی لیکن ہوا کیا؟ توڑے دار بندوقوں والے مجاہدین نے بے سروسامانی کے عالم میں ان کو مار بھگایا۔

* 1962ء میں امریکی آشیرباد پر بھارت نے چین سے تصادم مول لیا۔ یہ جنگ لداخ اور نیفا میں لڑی گئی اور اس میں بھارت کو عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا
* 1971ء میں ہماری نادانیوں کی بدولت اسے مشرقی پاکستان میں کامیابی ہوئی جس میں تکنیکی پہلوؤں اور جغرافیائی حالات کا بڑا عمل دخل تھا جن پر ہم پیچھے بات کر چکے ہیں۔
* 1984ء میں بھارتی افواج نے سیاچن پر قبضہ کر کے شاہراہ قراقرم کی طرف پیش قدمی کی مگر پاک فوج کو جب اس کا علم ہوا اور وہ وہاں پہنچی تو اس کے بعد سے بھارت کے لئے سیاچن ایک معاشی جہنم بنا ہوا ہے۔ 16 سال گزر گئی مگر بھارت مزید آگے ایک انچ بھی قدم نہیں بڑھا سکا۔
* 1987ء میں جب سری لنکا میں سنہالی اور تامل قبائل کے درمیان خانہ جنگی ہو رہی تھی بھارت نے جافنا پر قبضے کر کے وہاں اپنے جنوبی بحری بیڑے کو تعینات کرنے کی خاطر وہاں فوجیں اتار دیں لیکن منہ کی کھانا پڑی اور تامل سٹیٹ بنا کر ہندوازم کے فروغ کی یہ سازش بھی ناکام ہو گئی۔

اور اب کرگل میں اس "عظیم فوج" کے ساتھ مٹھ بھر مجاہدین نے جو کچھ کیا ہے وہ اس حقیقت کو آشکار کرنے کے لئے کافی ہے کہ ہم عسکری طور پر اس پوزیشن میں تھے کہ بھارت کو منہ توڑ جواب دے سکیں ——— البتہ وزیراعظم اگر اس بات پر قائم ہیں اور ان کے دست راست اس بات پر بضد ہیں کہ ہم عسکری طور پر بھارت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے تو پھر ان کو جواب دینا چاہئے کہ وہ ہر اہم دن پر یہ پیغام کیوں جاری کرتے ہیں "ہمارا دفاع ناقابل تسخیر ہو چکا ہے۔" انہیں تضادات کی اس دلدل سے باہر آ کر زمینی حقائق کا ادراک کرنا چاہئے اور پاک فوج کی اہلیت کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلا کر قوم میں مایوسی کو فروغ دینے کے گناہ سے بچنا چاہئے۔

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

(ج) ہمارے معاشی حالات ہمیں جنگ کی اجازت نہیں دیتے تھے

عذر پیش کیا گیا کہ ہمارے معاشی حالات ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ ہم قومی وسائل کو جنگ کی بھٹی میں جھونک دیں۔

قوم سے اپنے خطاب میں وزیراعظم نے فرمایا:

"ہم کب تک اپنے بچوں کا مستقبل بیچ کر بارود خریدتے رہیں گے"

اور وہ یہ بھول گئے کہ رسول کریم ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھے تھے لیکن پیٹ اور "بچوں کی مستقبل" کی خاطر غیرت و حمیت کا سودا نہیں کیا تھا۔

جوش خطابت میں انہیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ جس روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہاں سے پردہ فرمایا تو آپ ﷺ کے گھر میں جلانے کے لئے تیل تک نہ تھا لیکن دیوار پر 9 تلواریں لٹک رہی تھیں۔

سورہ توبہ (24) میں اللہ فرماتا ہے۔

"اے نبی ﷺ کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسقوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا"

وزیراعظم نے فرمایا:

"گزرے ہوئے حادثات پر گہری نگاہ رکھنے اور تاریخ کی ایک ایک کروٹ کا گہرا جائزہ لینے کی وجہ سے ہی میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اپنے عظیم تر قومی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے پاکستان کو معاشی طور پر ایک عظیم طاقت بنانا اور خود کفالت کی منزل تک پہنچانا ہماری ترجیحات میں شامل ہونا چاہئے۔" وزیراعظم صاحب کی اس بات سے

allurdupdfnovels.blogspot.com

ہر محب وطن پاکستانی سو فیصد متفق ہے لیکن یہ معاشی خوش حالی قومی غیرت کے نیلام کے عوض نہیں ملنی چاہئے۔ پھر ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے ذہنوں میں شکوک جنم لیتے ہیں کہ معاشی خوش حالی کے دعوے کر کے وزیراعظم عوام کو محض لولی پاپ دے کر بہلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ اس کام سے مخلص نہیں۔ ذیل میں ہم چند ایسے اقدامات کی فہرست پیش کر رہے ہیں جو ان شکوک کی تقویت کا باعث ہیں۔

1۔ جس وقت میاں صاحب برسراقتدار آئے تو نادہندگان نے بنکوں سے 140 بلین قرض لیا ہوا تھا جو واجب الادا تھا۔ میاں صاحب نے الیکشن میں جو نعرے دیئے تھے ان میں ایک معاشی خوش حالی بھی تھی لیکن ہوا کیا؟ بجائے اس کے کہ میاں صاحب نادہندگان پر دباؤ ڈال کر یہ رقم بنکوں کو واپس لوٹانے کی کوئی سبیل نکالتے انہوں نے نادہندگان کو ڈھیل دینا شروع کر دی جس کے نتیجے میں آج یہ قرض بڑھ کر 225 بلین ہو چکا ہے یعنی میاں صاحب کے دور میں لوگوں نے مزید 85 بلین کا قرض لے لیا۔ اب ان تمام نادہندگان میں 300 وہ لوگ ہیں جو سیاستدان ہیں یا صنعتکار ہیں اور انہوں نے 120 بلین کی رقم ہضم کی ہوئی ہے وکیل انجم "سیاست کے فرعون" میں نادہندگان کی ایک لسٹ دیتے ہیں جس کی ایک جھلک ہم یہاں پیش کر رہے ہیں تاکہ حکومتی دعوؤں کی اصلیت سامنے آسکے۔ (ص 101-102)

میاں نواز شریف	=	12 سو کروڑ روپے [1]
گجرات کا چوہدری خاندان	=	تین سو پچاس کروڑ روپے
ڈاکٹر بشارت الٰہی	=	ایک سو ستر کروڑ
نصراللہ دریشک	=	45 کروڑ
مخدوم احمد محمود	=	50 کروڑ
ہمایوں اختر خان	=	80 کروڑ

وغیرہ ــــــ

1۔ بعض ذرائع کے مطابق یہ رقم 900 کروڑ روپے تھے۔

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

یعنی ایک طرف یہ صورت حال ہے کہ خود وزیراعظم اس ملک کے بنکوں کے سب سے بڑے نادہندہ ہیں اور دوسری طرف معاشی ترقی کے عزائم کا اعادہ کیا جا رہا ہے۔ وزیراعظم اگر واقعی معاشی ترقی چاہتے ہیں تو دفاعی بجٹ میں کٹوتی کی بجائے اپنا قرضہ واپس کر دیں۔

2۔ کراچی الکٹرک سپلائی کارپوریشن (K.E.S.C) کو ڈائیو کے ہاتھ 600 ملین ڈالر میں فروخت کیا جا رہا ہے حالانکہ اس کی اصل قیمت اڑھائی کروڑ ہے۔

3۔ ایک طرف کشکول توڑنے کے دعوے کئے جا رہے ہیں اور دوسری طرف ایساف تحت ڈیڑھ ارب ڈالر ادھار کی دوسری قسط وصول کی جا رہی ہے۔

4۔ بچوں کے مستقبل کے لئے پریشان وزیراعظم نے عوام کی بھلائی کے لئے عملی اقدامات یہ کئے ہیں کہ ڈبہ بند گوشت' دودھ' دہی' فروٹ سبزی پر 15% جنرل سیلز ٹیسک نافذ کر دیا گیا ہے بجلی' گیس اور پٹرولیم 15% مہنگے کر دیئے گئے ہیں۔

5۔ وزیراعظم صاحب ایک طرف عوام کے معاشی مستقبل کے لئے پریشاں پھرتے ہیں اور دوسری طرف انہوں نے حکم جاری کیا ہے کہ اس سال ٹیکس گزاروں سے 356 ارب لینا ہے یعنی پچھلے سال کی وصولیوں سے 48 ارب زیادہ کا ہدف دے کر مزید 6 لاکھ لوگوں پر ٹیکس عائد کر دیا گیا ہے۔

6۔ بچوں کے مستقبل کو سنوارنے کی خاطر سیلف فنانس سکیم کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

7۔ 90'90 آدمیوں کو ساتھ لے کر سرکاری خرچ پر عمرے ہو رہے ہیں۔

8۔ 36 ارب روپے لاہور ائرپورٹ ٹرمینل پر لگا دیئے گئے ہیں۔

9۔ اگر ملک معاشی بدحالی سے دوچار تھا اور وہ جنگ کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا تو چاروں صوبوں میں 14 اگست کی رات آتش بازی کی مد میں کروڑوں روپے کیوں ضائع کئے گئے۔

10۔ ذاتی شہرت کی خاطر ملکی دولت کا ضیاع کیوں کیا جا رہا ہے۔

یہ تمام وہ پہلو ہیں جو حکومتی دعوؤں کی تردید کرتے ہیں اگر وزیراعظم اور ان کی

allurdupdfnovels.blogspot.com

ٹیم معاشی خوش حالی چاہتی تو کم از کم "قرض اتارو ملک سنوارو" سکیم کا تو کچھ حساب کیا جاتا اور عوام کو بتایا جاتا کہ کیا صورت حال ہے؟ کتنے قرضے واپس ہوئے؟ کتنے باقی ہیں؟ ——— لیکن جنگ نہ کرنے والے حکمران معاشی ترقی کے لئے بھی کچھ نہیں کر رہے۔ یہ ایک حقیقت ہے اگرچہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے۔

باب 3

اعلان واشنگٹن ——— کیا کھویا کیا پایا؟

اعلان واشنگٹن کی چند سطروں کے لئے آنے والی نسلوں کو کتنا تاوان دینا پڑے گا یہ تو وقت ہی بتائے گا۔ 7 شقوں والے اس معاہدے کی جس کی 6 شقوں پر پاکستان اور امریکہ ابھی سے مختلف آراء کا اظہار کرتے پائے جا رہے ہیں آنے والوں وقت میں جب طاقتور فریق اپنے مفادات کے مطابق تشریح کرے گا تو مفاہیم خود بخود طاقت کے سرچشموں کی طرف جھکتے چلے جائیں گے اور تصویر واضح طور پر ابھر کر سامنے آجائے گی تاہم حکومت کی طرف سے پیدا کردہ تمام تر الجھنوں اور درباری دانشوروں کے گائے سارے قصیدوں کے باوجود اعلان واشنگٹن کے تباہ کن اثرات چھپ نہیں سکے۔ جوں جوں گرد بیٹھے گی مزید بہت کچھ واضح ہوتا جائے گا۔ سردست ہم چند ایسے پہلوؤں پر بات کرتے ہیں اور ان مضمرات کا جائزہ لیتے ہیں جو اعلان واشنگٹن کی صورت میں ہمارے ملی مفادات پر آکاس بیل کی طرح چڑھ دوڑے ہیں۔

(1) لائن آف کنٹرول کا تقدس

اعلان واشنگٹن میں کہا گیا ہے کہ

1۔ لائن آف کنٹرول کا احترام کیا جائے گا۔

2۔ لائن آف کنٹرول کی حرمت بحال کی جائے گی۔

3۔ اور لائن آف کنٹرول کے تقدس کا خیال رکھا جائے گا۔

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

لائن آف کنٹرول ایک جبری لائن ہے جسے حالات نے مسلط کیا ہے۔ 1971ء میں ہماری شکست تک تو اس کا نام جنگ بندی لائن تھا۔ 71ء کے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن نے اسے کنٹرول لائن کا نام دے لیا لیکن تب بھی اس کے احترام اور تقدس کی بات نہیں کی گئی تھی۔ تاشقند اور شملہ معاہدوں میں جہاں بھی اس کا ذکر آیا خواہ وہ جنگ بندی لائن کے طور پر آیا ہو یا کنٹرول لائن کے طور پر وہاں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ یہ محض ایک عارضی انتظام ہے۔

لیکن اب ایک طرفہ تماشا ہوا یعنی جنگ میں بھی ہمارا پلہ بھاری تھا دشمن نقصان اٹھا رہا تھا اور ہم بجائے اس کے کہ اپنی مرضی کی چند باتیں ہی منوا لیتے۔ 1971ء کے شملہ معاہدہ سے بھی رسوا کن معاہدے پر دستخط کر کے آ گئے۔ حیرت کی بات ہے کہ یہی میاں نواز شریف ضیاء الحق کی شہادت کے بعد جب ان کی وراثت کے دعویدار بنے تو ان کا نعرہ تھا=

"اب لینا ہے کشمیر ٹوٹے شملہ کی زنجیر"

لیکن جب وقت آیا تو کشمیر لینا تو دور کی بات ہے انہوں نے قوم کے پاؤں میں اعلان واشنگٹن کی ایک اور زنجیر ڈال دی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب لائن آف کنٹرول کا تقدس حرمت اور احترام بحال ہو جائے گا تو پھر آزادی کشمیر کی کوئی آخری امید بھی رہ جائے گی اور کیا اس بحالی کا مطلب یہ نہیں کہ آئندہ کوئی کشمیری مجاہد اس لائن کو عبور نہیں کرے گا اور اسے ایک بین الاقوامی سرحد کا تحریک آزادی کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دیا جائے گا۔

پاکستان کی طرف سے اس تقدس اور احترام پر رضامندی گویا تحریک آزادی کشمیر کے خاتمے کا پہلا باضابطہ اعلان ہے لیکن حیرت ہوتی ہے جب یہ اعلان کر لینے کے بعد بھی وزیراعظم فرماتے ہیں "کشمیر آزاد ہو کر رہے گا"——— پتا نہیں بڑھکیں مارنے کا یہ گھناؤنا عمل کب ختم ہو گا۔

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

پاکستان کی طرف سے لائن آف کنٹرول کے تقدس پر رضامند ہونا اتنی احمقانہ بات تھی کہ کوئی اسے تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا۔ 4 جولائی 1999ء کو جب نواز کلنٹن ملاقات کے بعد انتظامیہ کے سینئر اہلکاروں نے بریفنگ دیتے ہوئے اس کا اعلان کیا تو ایک امریکی صحافی غیر یقینی کے عالم میں بول پڑا۔ "جناب مجھے حیرت ہے کہ پاکستان نے کنٹرول لاء کی بحالی کو تسلیم کر لیا ہے۔"

تو اسے بتایا گیا کہ صرف بحالی ہی نہیں بلکہ تقدس کو بھی مان لیا گیا ہے تو اس نے انتظامیہ کے اہلکار سے سوال کیا'

"جناب یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ کشمیری جو روزانہ کنٹرول لائن عبور کرتے ہیں اس کے تقدس کو مان لیں گے۔"

جس پر اسے جواب ملا۔

"یہ سوچنا اور اس پر عمل کرانا پاکستانی وزیراعظم کا کام ہے"

پاکستانی وزیراعظم نے اس رسوا کن انداز میں یہ بات تسلیم کی ہے کہ جب ایک صحافی نے امریکی اہلکاروں سے یہ سوال کیا کہ کیا بھارت بھی کنٹرول لائن کا احترام کرتے ہوئے ان علاقوں سے واپس آ جائے گا جو اس نے شملہ معاہدہ کے بعد لائن آف کنٹرول کو پامال کرتے ہوئے پاکستان سے چھینے تھے۔ تو کہا گیا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ معاہدہ پاکستان اور امریکہ کے درمیان ہے اور بھارت پر ایسی کوئی اخلاقی ذمہ داری عائد نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ آج کی ملاقات کشمیر کی تاریخ یا شملہ معاہدے کے بارے میں نہیں تھی نہ ہی اس تقدس کا اطلاق ماضی کے بحران پر ہو گا۔ یہ ملاقات صرف کرگل کی صورت حال سے متعلق تھی اور اس کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہئے۔

غور کیجئے' اتنی ذلت اور اتنی بے شرمی کہ ہم یک طرفہ طور پر لائن آف کنٹرول کے تقدس کو مان کر کرگل دے کر لوٹ آئے اور اتنا بھی نہ کروا سکے کہ بھارت سے وہ علاقے ہی لے لئے جائیں جو اس نے 72ء کے معاہدے کے بعد ہم سے چھینے تھے۔ اس سے زیادہ تو ہمیں واجپائی دے رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کرگل دے دو سیاچن لے لو۔ ڈیل

allurdupdfnovels.blogspot.com

ہی کرنا تھی تو واجپائی سے کی ہوتی لیکن وزیراعظم صاحب کلنٹن کے در پر جا کر سجدہ زیر ہوئے اور ہاتھ جھاڑ کر اٹھ آئے ——— اعلان واشنگٹن سے چند روز قبل کے بھارتی اخبارات کو اگر ایک نظر دیکھا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ میاں صاحب نے عین بھارت کی خواہش کے مطابق اس معاہدے پر دستخط کئے ——— یہ سازش تھی' بلیک میلنگ تھی' کمزوری تھی یا ذاتی مفادات کے تحفظ کی ایک بھونڈی کوشش' یہ تو وقت بتائے گا ہم تو اتنا جانتے ہی کہ یہ جو کچھ بھی تھا بھارتی عزائم کی بالواسطہ تکمیل کا شاخسانہ تھا "دی انڈین ایکسپریس" میں یکم جولائی 1999ء کو جیوتی ملہوترا نے لکھا "یہ وقت ہے کہ بھارت لائن آف کنٹرول کو انٹرنیشنل باؤنڈری کا رتبہ دینے کی بات کرے تاکہ ایک دفعہ لائن آف کنٹرول بحال کروا کر اس پچاس سالہ مسئلے کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔"

جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں انٹرنیشنل سٹڈیز کے اسسٹنٹ پروفیسر امیتابھ مٹو نے دی ٹیلی گراف کلکتہ میں اعلان واشنگٹن کے محض ایک روز بعد لکھا کہ بھارت کے پاس اس سے بہتر موقع پھر کبھی نہ آئے گا کہ لائن آف کنٹرول کو انٹرنیشنل باؤنڈری میں بدل دے اس کے الفاظ تھے۔

"India should turn global support for the Loc's sonctity into approval for the Line's conversion into an international border."

دلچسپ بات یہ ہے کہ معاہدہ میں کہا گیا ہے کہ کنٹرول لائن کے تقدس کی بحالی کے بعد جھڑپوں کا سلسلہ رک جائے گا اور اس بحالی کے ضمن میں ہم نے کرگل چھوڑ بھی دیا مگر بھارتی دانشور اب ایک نئی راہ نکال چکے ہیں۔

وی آر راگوان' جو کہ دہلی پالیسی گروپ کے ڈائریکٹر ہیں ان کا کہنا ہے کہ اگر پاکستان لائن آف کنٹرول سے ہٹ بھی جائے اور کرگل وغیرہ خالی بھی ہو جائے تب بھی بھارت کے پاس جارحیت کا ایک جواز موجود ہے کیونکہ وہاں کوئی ادارہ یا ملک موجود نہیں جو یہ اعلان کر سکے کہ پاکستان نے واقعی جگہ چھوڑ دی ہے کیونکہ ان علاقوں میں

Loc زمین پر موجود ہی نہیں یہ صرف نقشوں میں ہے لہٰذا عالمی برادری کو کچھ بھی بتایا جا سکتا ہے۔ فرنٹ لائن جولائی 17' 1999ء) اگرچہ راگوان نے یہ بات کافی ملفوف انداز میں کی ہے لیکن بات کی تہہ میں جائیں تو مفہوم یہی نکلتا ہے کہ وہ اپنی افواج کو آئندہ کی جارحیت کا ایک جواز فراہم کر رہا ہے یعنی سب کچھ لٹا کر بھی ہمیں جوتے پڑ رہے ہیں اور ہم خواب غفلت میں مدہوش اپنے حکمرانوں سے بہتری کی امید لگائے اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں کہ قدرت ہمیں سنبھلنے کے لئے مزید مہلت دینے سے ہی انکار کر دے۔

(2) قومی موقف سے انحراف

پاکستان کا ہمیشہ سے یہ موقف رہا ہے کہ کشمیر کی تحریک کشمیریوں نے خود شروع کی ہے اور وہ آزادی چاہتے ہیں یہ نہ تو پاکستان کے اکسانے پر ہو رہی ہے اور نہ ہی صرف پاکستان کے لوگوں کی برپا کردہ ہے بلکہ یہ کشمیریوں کی ایک سوچی سمجھی تحریک ہے وہ اب بھارت سے آزادی کے سوا کسی بات پر راضی نہیں اور پاکستان ان کو سفارتی' سیاسی اور اخلاقی امداد دیتا رہے گا۔ برسوں کی عرق ریزی کے بعد عالمی میڈیا میں اس موقف کو پذیرائی ملنے لگی اور یہ تسلیم کیا جانے لگا کہ تحریک آزادی کشمیر' اندر کے لوگوں کے دل کی آواز ہے اور یہ پاکستان کی طرف سے ایک برپا کردہ شورس ہرگز نہیں ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ 90 کی دہائی کے اوائل سے ہی عالمی میڈیا میں بھارت کے اس موقف کو رد کیا جانے لگا کہ تحریک آزادی' پاکستان کے اکسانے پر پھیل رہی ہے۔

لندن ٹائمز میں کرسٹوفر تھامس نے یکم فروری 1990ء کے شمارے میں لکھا "بھارت کی جانب سے صورت حال کو یوں پیش کرنا کہ کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے پاکستان کے اکسانے پر ہو رہا ہے اس حقیقت کو نظرانداز کرنا ہے کہ علیحدگی کی تحریک کو وسیع عوامی حمایت حاصل ہے۔"

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

لندن کے اخبار "گارڈین" کے نمائندہ ڈیرک براؤن نے 28 جنوری 1990ء کی اشاعت میں اعتراف کیا تھا "میرا خیال ہے کہ غیر ملکی نامہ نگار' سرکاری موقف سے' یعنی یہ کہ سارا مسئلہ مٹھی بھر ناپسندیدہ عناصر کا کیا دھرا ہے جنہیں پاکستان سے مدد اور حوصلہ افزائی ملتی ہے' جس طرح اختلاف کرتے تھے' وہ بھارتیوں کے لئے بڑی پریشانی کا باعث ہوا' غیر ملکی نامہ نگاروں میں اس سے زیادہ مقبول یہ نقطہ نظر تھا کہ صورت حال عام بغاوت کی کیفیت سے مشابہہ ہے اور اسے عوامی حمایت کی وسیع بنیاد حاصل ہے۔"

فنانشل ٹائمز نے لکھا "بھارت کا یہ دعویٰ کہ پاکستان نے ساری بے چینی پیدا کی ہے اور مسلح اور تربیت یافتہ درانداز سرحد پار سے بھیجے ہیں غیر ثابت شدہ ہے اور اس کا درست ہونا قرین قیاس نہیں ہے۔"

عالمی میڈیا میں ہمارے اس موقف کو اس وقت مزید تقویت ملی جب کرگل پر قبضہ ہوا اور بھارت نے چیخنا شروع کر دیا کہ یہ سب کچھ پاکستان کے اشارے پر ہو رہا ہے سوائے نیوز ویک ٹائم اور چند دیگر امریکی پروردہ جرائد کے جن کی باگ ڈور یہودیوں کے ہاتھ میں ہے اکثر عالمی جرائد اور اخبارات نے بھارت کے اس موقوف کو رد کر دیا۔

"دی انڈیپنڈنٹ" لندن کا نمائندہ پیٹر پوفام 27 مئی 1999ء کے شمارے میں دہلی سے لکھتا ہے "———— آبادی 90 فیصد مسلمان ہے اور 1990ء کے آغاز سے جب سے کہ بھارتی فوج نے انہیں دبانے کے لئے وحشیانہ طریقے اختیار کئے ہیں یہ مسلمان بہت بد دل ہو گئے ہیں۔ پاکستان کا ہمیشہ یہ موقف رہا ہے کہ کشمیر اس کا ہے لیکن بھارت نے زور سے مسلمانوں کو دبانے کی کوشش کی ہے جس کے نتیجے میں اب وہ ایک ہاری ہوئی جنگ لڑ رہا ہے کیونکہ اب کشمیری اٹھ کھڑے ہوئے ہیں"

نیویارک ٹائمز نے اپنے ایک اداریے میں جو انٹرنیشنل ہیرالڈ ٹریبیون کی 28 مئی 1999ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے لکھتا ہے "کشمیر کی مسلم اکثریت کی ریاست طویل عرصے سے بھارت سے آزادی کے حصول کے لئے گوریلا بغاوت کا منظر پیش کر رہی ہے۔"

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

لندن کے جریدے "دی اکانومسٹ" نے 12 جون 1999ء کی اشاعت میں Kashmir Again کے عنوان سے اداراتی کالم میں لکھا۔

"بھارت طویل عرصے سے یہ کہہ رہا ہے کہ اگر پاکستان مداخلت بند کر دے تو کشمیر میں امن قائم ہو جائے گا۔ اسے زیادہ سے زیادہ نصف سچائی کہہ سکتے ہیں۔"

لیکن ہمارے وزیراعظم نے یک طرفہ طور پر کرگل سے واپسی کا وعدہ کر کے جو غلطی کی ہے اس کے بھارت کو یہ کہنے کا ایک ثبوت مل گیا ہے کہ کشمیری مجاہدین پر پاکستان کا کنٹرول ہے۔ گویا یہ ایک کشمیری تحریک نہیں بلکہ پاکستانی "دراندازوں" کی برپا کردہ شورش ہے جسے حکومت پاکستان جب چاہے ختم کر سکتی ہے چنانچہ اب کشمیر میں تحریک آزادی جوں جوں زور پکڑے گی پاکستان عالمی طاقتوں کے دباؤ کا شکار ہوتا چلا جائے گا کیونکہ ہم نے اب ان کو یہ راہ دکھلا دی ہے کہ بھئی ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ تحریک پر اثر انداز ہو سکیں۔ گویا میاں صاحب نے اپنی "قائدانہ بصیرت" سے کام لیتے ہوئے قوم کے مستقبل کی راہوں میں اتنے کانٹے پھیلا دیئے ہیں کہ نسلوں کے ہاتھ جنہیں چنتے چنتے زخمی ہو جائیں گے۔

قوموں کو ایسے سربراہ کب ملے ہوں گے جو برسوں کی ریاضتوں سے حاصل کئے گئے ثمرات محض 3 گھنٹوں میں دشمن کی جھولی میں پھینک کر اس عالم میں واپس لوٹیں کہ ان کی پیشانی پر ندامت کا کوئی قطرہ تک موجود نہ ہو اور درباری قصیدہ خواں جنہیں فاتح عالم سا پروٹوکول دے رہے ہوں۔

کسی نے سچ کہا تھا۔

جنہیں تعمیر گلشن میں لہو دینا نہیں پڑتا
وہ اکثر قوم کی آزادیوں کو بیچ دیتے ہیں

ہمارے ساتھ تو وہی ہوا کہ

سانحہ اہل وفا پر تو یہ اکثر گزرا
پاسباں جس کو بھی جانا وہ لٹیرا نکلا

allurdupdfnovels.blogspot.com

(3) ایٹمی قوت کا بھرم ٹوٹ گیا

ایٹمی طاقت بننے کے بعد پاکستان کے بین الاقوامی تشخص میں ایک خاص قسم کا وقار لوٹ آیا تھا اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اب پاکستان اسلامی ممالک کے راہنما کے طور پر ابھر کر سامنے آئے گا۔ پوری اسلامی نے ہمارے ایٹمی دھماکوں پر مسرت کا اظہار کیا تھا اور سعودی عرب کے ولی عہد نے تو نواز شریف صاحب سے باقاعدہ گلہ کیا تھا کہ آپ نے دھماکوں کے بعد صرف پاکستانی قوم کو شکرانے کے نوافل کا کیوں کہا۔ آپ کو پوری مسلم دنیا سے کہنا چاہئے تھا کہ وہ شکرانے کے نوافل ادا کرے کیونکہ یہ پاکستان کا ایٹم بم نہیں بلکہ اسلام کا ایٹم بم ہے۔

اگر ہم حالات و واقعات کو اس کے درست تناظر میں رکھ کر چیزوں کا جائزہ لیں تو پتا چلتا ہے کہ بھارت ایک عرصے سے سلامتی کونسل کے مستقل ممبر کے طور پر سامنے آنے کے لئے کوشاں ہے اور 11 مئی کو اس نے اسی خواہش کے پس منظر میں دھماکے کئے جب پاکستان نے بھی جواب میں اپنی ایٹمی طاقت ہونے کا اعلان کر دیا تو گویا اب پاکستان کے پاس بھی ایک موقع تھا کہ وہ اقوام متحدہ میں مسلم ممالک کو ساتھ ملا کر آواز بلند کرتا کہ چونکہ اسلامی دنیا میں پاکستان وہ واحد ملک ہے جو ایٹمی قوت ہے لہٰذا اسلامی دنیا کی نمائندگی کرتے ہوئے پاکستان کا یہ حق بنتا ہے کہ اسے سلامتی کونسل میں ایک مستقل نشست دی جائے۔

لیکن کرگل کی بلندیوں سے واشنگٹن کی پستیوں تک ہم نے جو سفر طے کیا ہے اس نے اسلامی دنیا کو یہی پیغام بھیجا ہے کہ بھئی ہم ایک ایٹمی قوت ہونے کے باوجود امریکی بوٹ کے تسموں سے بندھے ہوئے ہیں اس لئے تم ہم سے امید نہ رکھنا اور اپنے قومی مفادات کے تحفظ کے لئے اپنی پالیسیاں اپنے حالات کے تناظر میں خود وضع کرنا۔ ہم تو اس قابل نہیں کہ اپنے مفادات کا دفاع کر سکیں اور امریکہ کی ایک ہی دھمکی سے ہم تو اپنے جائز موقف سے بھی دستبردار ہو جایا کرتے ہیں ہم تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔ کوئی مانے یا نہ مانے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان کے ایٹم بم سے اسلام کی نشاۃ

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

ثانیہ کی جو امید ابھری تھی وہ میاں نواز شریف واشنگٹن کے بلئر ہاؤس میں دفن کر کے آگئے ہیں۔

4۔ خود مختار کشمیر کے نظریے کا فروغ

بھارت کشمیر پر زیادہ عرصہ قابض نہیں رہ سکتا یہ خود بھارت پر بھی عیاں ہے چنانچہ اس کے مغربی آقاؤں کی طرف سے خود مختار کشمیر کے نعرے کو فروغ دینے کی کوششیں بڑے عرصے سے جاری تھیں اور ایک تنظیم کی طرف سے کشمیر کے ایسے نقشے تک جاری کرائے گئے جس میں مقبوضہ کشمیر کو بھارتی مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کو پاکستانی مقبوضہ کشمیر دکھایا گیا۔ کشمیر کے وسط میں ایک خنجر پیوست تھا جسے ایک طرف سے بھارت اور دوسری طرف سے پاکستان نے پکڑ رکھا تھا۔ یوں گویا یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ بھارت اور پاکستان دونوں غاصب ہیں چنانچہ اسی سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر 12 فروری 1992ء کو لبریشن فرنٹ نے اپنے جلسوں میں "بڑا شیطان ہندوستان، چھوٹا شیطان پاکستان" تک کے نعرے لگائے۔ اسی رات امان اللہ خان نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا "میرے نزدیک پاکستان کے وزیراعظم نواز شریف اور بھارت کے وزیراعظم نرسیماراؤ میں کوئی فرق نہیں۔"

اس کے بعد پاکستان کے خلاف ایک منظم مہم چلا کر الحاق پاکستان کے نظریے کو نقصان پہنچانے کی کوشش شروع ہو گئیں اور عوام کو یہ باور کرایا جانے لگا کہ کشمیر کی زمین پر بھارت اور پاکستان اپنے اپنے مفادات کی جنگ لڑ رہے ہیں لہٰذا کشمیریوں کو کسی ایک فریق کا آلہ کار نہیں بننا چاہئے۔ کہا گیا کہ پاکستان آزادی کشمیر میں مخلص نہیں ہے یہ محض اتنا چاہتا ہے کہ کشمیر میں آگ لگی رہے اور بھارت کی افواج وہاں مصروف رہیں تاکہ پاکستان کھل کر موج میلا کر سکے۔ خوش قسمتی سے یہ رائے کشمیر میں پروان نہ چڑھ سکی اور آج بھی مجاہدین کی سو فیصد تعداد الحاق پاکستان کے سوا کچھ ماننے کو تیار نہیں لیکن اعلان واشنگٹن کے بعد سوچوں میں تبدیلی آرہی ہے۔ عام آدمی

allurdupdfnovels.blogspot.com

اب خودمختاری کے پروپیگنڈے کی زد میں ہے۔ وہ یہ سوال کر رہا ہے کہ کب تک کشمیریوں کی عصمتیں لٹتی رہیں گی' کب تک ہمارے گھر مسمار ہوتے رہیں گے اور کب پاکستان تماشا دیکھتا رہے گا۔ آج اگر ہم نے کرگل چھینا اور پاکستان دم دبا کر بھاگ گیا تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ کل سری نگر تک بھی پہنچ گئے تو پاکستانی وزیراعظم امریکی دباؤ میں آکر ہماری پیٹھ میں چھرا نہیں گھونپیں گے۔ محب وطن اور دردِدل رکھنے والے لوگ شاید میری اس بات سے اختلاف کریں لیکن میں بصد احترام یہ گذارش کروں گا کہ آنکھیں بند کر لینے سے حقائق نہیں بدلا کرتے اور حقائق یہی ہیں کہ ہمارے وزیراعظم کے اس جھوٹے دعوے کے بعد کہ مجھے بھارت سے دوستی کا مینڈیٹ ملا ہے اور پھر کشمیریوں کو اعتماد میں لئے بغیر امریکہ پہنچ کر ان کی قربانیوں کا سودا کرنے سے کشمیریوں کے اندر پاکستان کے بارے میں کوئی اچھا تاثر قائم نہیں ہوا۔

اگرچہ بعد میں وزیراعظم کی طرف سے کشمیری مجاہدین کو شرف ملاقات بخشا گیا لیکن مجاہدین مطمئن نہیں ہوئے۔ وزیراعظم صاحب کی ہمیشہ سے یہ روایت رہی ہے کہ پہلے فیصلہ کر لیتے ہیں اور بعد میں مشاورت ہوتی ہے۔ بقول اسفندیار ولی "ساری دنیا کا یہ رواج ہے کہ پہلی منگنی' پھر نکاح اور آخر میں رخصتی لیکن ہماری حکومت کا اصول ہے پہلے رخصتی' پھر منگنی اور آخر میں نکاح"

معلوم نہیں وزیراعظم مشاورت سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں۔ کرگل بحران میں ساری قوم ان کی طرف دیکھتی رہی کہ کچھ معلوم ہو سکے حکومت کیا کرنے والی ہے لیکن انہوں نے قوم کو اس وقت "اعتماد" میں لیا جب لٹیا ڈبوئی جا چکی تھی تو اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت نہیں تو کم از کم عوام ہی کشمیری مجاہدین کی بھرپور تعاون' یگانگت اور سرپرستی کا یقین دلائیں تاکہ کل کو کوئی کشمیری مجاہد کوہالہ کے پل پر' اپنی زخمی روح لئے' اہل پاکستان کو یہ نہ کہہ سکے۔

شہر وفا میں دھوپ کا ساتھی کوئی نہیں
سورج سروں پہ آیا تو سائے بھی گھٹ گئے

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

(5) تنہائی ـــــ دوستوں سے محرومی

کرگل بحران کے دنوں میں ہمارے جتنے بھی دوست ممالک تھے ان کا موقف تھا کہ مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے۔ ایران اور چین نے تو اس بات کو ٹھیک ٹھاک پروجیکٹ کر رہا تھا کہ مسئلہ کشمیر کا واحد حل اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد ہے ـــــ ترکی تو اب بھی اسی بات پر زور دے رہا ہے لیکن ہمارے وزیراعظم نے دوستوں کی رائے کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے یہ اعلان کر دیا کہ دوطرفہ مذاکرات ہی مسئلہ کے حل کے لئے بہترین فورم ہیں یعنی وہ یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ اس مسئلے میں ہمارے کسی دوست کو خواہ مخواہ ہمارے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہمیں نہ آپ کے تعاون کی ضرورت ہے نہ ہم اقوام متحدہ میں جانا چاہتے ہیں۔ ہمارے لئے بہترین حل یہی ہے کہ ہم آپس میں مل بیٹھ کر مذاکرات کریں چنانچہ اس کے بعد چین اور ایران نے ست مدعی کے چست گواہ بننے کی کوشش محسوس نہیں کی اور آپس میں دفاعی معاہدہ کر لیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہم خطے میں عسکری اور سفارتی سطح پر تنہا ہو چکے ہیں۔ اب اگر کوئی مسئلہ بنتا ہے تو کس منہ سے چین کے پاس جائیں گے ہم تو خود ہی یہ کہہ چکے ہیں کہ ہم اپنے مسائل بھارت کے ساتھ مذاکرات کے ذریعے حل کرنا چاہتے ہیں اور ان مذاکرات میں ہمیں خطے کی کسی تیسری قوت کی ضرورت نہیں۔

رہ گئی یہ بات ک ایسے یک طرفہ' شکست خوردہ' اور معذرت خواہانہ معاہدے سے ہم نے کیا پایا تو اسا ایک ہی جواب ہے کہ ہم نے اس معاہدے سے کچھ بھی نہیں پایا ہے۔ کھویا ہی کھویا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسے معاہدہ کہنا معاہدہ کی توہین ہے۔ یہ تو غلامی کا طوق ہے جو بھاری مینڈیٹ نے ہمارے گلے میں ڈال دیا ہے ـــــ زندہ قومیں ایسے معاہدے کرنے والوں کو زندہ گاڑ دیا کرتی ہیں۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

باب 4

دو طرفہ مذاکرات ـــــ تاریخی پس منظر

وزیر اعظم پاکستان چونکہ بضد ہیں کہ دو طرفہ مذاکرات ہی پاک بھارت تنازعات کے حل کے لئے بہترین فورم ہیں اس لئے مناسب ہو گا اگر ہم تاریخی پس منظر میں اس دعوے کی صداقت کا جائزہ لیں۔

دو طرفہ مذاکرات کی تجویز پہلی مرتبہ ڈاکٹر فرینک پی گراہم نے 23 مارچ 1952ء کو پیش کی تھی۔ اس تجویز کا پیش منظر بھی بڑا دلچسپ ہے۔

27 اکتوبر 1947ء کو بھارت نے مجاہدین کی پے در پے کامیابیوں کو روکنے کے لئے مہاراجہ کی الحاق قبول کرتے ہوئے سری نگر میں فوجیں تو اتار دیں مگر بھارت جہادی قوتوں کو روک نہ سکا اور مجاہدین کی مسلسل کامیابیوں نے اسے باور کرا دیا کہ شکست نوشتہ دیوار ہے چنانچہ وہ اس ممکنہ شکست سے بچنے کے لئے بھاگم بھاگ اقوام متحدہ میں پہنچا اور پاکستان پر مداخلت کا الزام لگاتے ہوئے دہائی دی کہ مجاہدین کو روکا جائے۔ پاکستان نے جواب میں اپنا مئوقف پیش کیا کہ بھارت ایک مسلم ریاست پر قبضہ کئے بیٹھا ہے جو دنیا کے تمام اخلاقی ضوابط کی دھجیاں بکھیر دینے کے مترادف ہے۔ چنانچہ 20 جنوری 1948ء کو اقوام متحدہ نے مسئلہ کے حل کے لئے ایک کمیشن بناتے ہوئے ایڈ مرل ٹمز کو ناظم رائے شماری مقرر کیا۔ ایڈ مرل ٹمز بھارت کے عدم تعاون کی وجہ سے بعد میں مستعفی ہو گیا۔ 17 دسمبر 1949ء کو میکناٹن کو خصوصی ایلچی برائے پاک و ہند بنا کر بھیجا گیا جس نے 12 مارچ 1950ء کو اپنی تجاویز پیش کیں مگر بھارت نے ان تجاویز

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

کو مسترد کر دیا اور یوں میکناٹن صاحب واپس لوٹ گئے۔ میکناٹن کی ناکامی کے بعد اقوام متحدہ نے سراوون ڈکسن کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ انہوں نے کئی فارمولے پیش کئے مگر بھارت نے سب منصوبے رد کر دیئے جس پر ڈکسن نے 17 ستمبر 1950ء کو استعفیٰ دے دیا۔ ان کا کہنا تھا "بھارتی وزیر اعظم کسی بھی تجویز پر رضامند نہیں ہوتے اس لئے ریاست میں رائے شماری کا انعقاد بعید از امکان ہے۔ مجھے اس مسئلے کو پر امن طریر سلجھانے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔

سراوون ڈکسن کی ناکامی کے بعد ڈاکٹر فرینک پی گراہم کی تقرری عمل میں آئی۔ انہوں نے بھی فوجوں کے انخلاء کے بارے میں متعدد تجاویز پیش کیں مگر بھارت نے ان کو رد کر دیا چنانچہ 23 مارچ 1952ء کو انہوں نے عالم مایوسی میں تجویز پیش کی کہ یہ مسئلہ دونوں ممالک مذاکرات کے ذریعے حل کریں۔

گویا بین السطور میں وہ پاکستان کو یہ بتا کر چلے گئے کہ بھارت صرف طاقت کی زبان سمجھتا ہے۔ ہمت ہے تو کشمیر چھین کر لے لو۔ بھارت مذاکرات کے نتیجے میں کشمیر کو کبھی خالی نہیں کرے گا۔ ڈاکٹر فرینک پی گراہم نے ایک طرح سے اقوام متحدہ کی ناکامی کا اعتراف بھی کر لیا۔

حیرت ہوتی ہے وہ بھارت جو 180 ممالک کی نمائندہ اقوام متحدہ کی بات ماننے سے انکار کر چکا وہ میاں نواز شریف صاحب کو مذاکرات کی میز پر سری نگر کی چابیاں کیسے پیش کرے گا۔ دو طرفہ مذاکرات کی آڑ میں بھارت وقت چاہتا ہے اور امریکہ اپنے منصوبے میں رنگ بھرنے کے لئے اسے یہ وقت لے کر دے چکا ہے رہ گئے ہمارے وزیر اعظم تو پتا نہیں وہ جان بوجھ کر ڈسے جا رہے ہیں یا ان کے شعور کی حدیں ہی سمٹ چکی ہیں۔

یہ پہلی بار نہیں کہ ہمیں دو طرفہ مذاکرت کے "لولی پاپ" سے بہلایا گیا ہو اور ہم اس پر بغلیں مار مار کر اپنی عظیم کامیابی کا جشن منا رہے ہوں بلکہ 1953ء سے لے کر آج تک نصف صدی گزرنے کو ہے ہم نے ہر مرتبہ دو طرفہ مذاکرات کی بانجھ کوکھ

allurdupdfnovels.blogspot.com

سے آزادی برآمد کرنے کی کوشش کی اور ہر مرتبہ ہمارے منہ پر جوتے مارے گئے۔
اگست 1953ء میں محمد علی بوگرہ کی خواہش پر دہلی میں 4 روزہ مذاکرات ہوئے دونوں ممالک کے وزرائے اعظم جب 4 دن کے بعد فارغ ہوئے تو ایک مشترکہ اعلامیہ جاری فرمایا گیا جس میں کہا گیا "تمام مسائل کو پرامن طریقے سے حل کیا جائے گا" یعنی قوم کے درد میں 4 دن سلگتے رہنے کے بعد محمد علی بوگرہ پرامن حل کے کھلونے سے کھیلتے ہوئے اس عالم میں وطن لوٹے کہ حمیت اور غیرت کا دور دور تک کوئی سراغ نہ مل سکا فرمایا "مذاکرات کامیاب رہے ہیں۔ بڑا بھائی (بھارت) فراخدل ثابت ہوا ہے جہاد کشمیر کی بات کرنے والے غیرذمہ دار ہیں۔ آئندہ ہم دفاع اور خارجہ امور میں مشترکہ پالیسیاں ترتیب دیں گے۔"

اس کے بعد بھارت نے ایک عرصے تک ہمارے دانشور وزیراعظم کو خطوط پر ہی ٹرخائے رکھا اور 5 ستمبر 1954ء کو بوگرہ صاحب کو جو خط موصول ہوا اس میں بھارت سرے سے رائے شماری ہی سے مکر گیا۔ جس پر ارشاد محمود اپنی کتاب مسئلہ کشمیر' پاک بھارت مذاکرات میں یوں رقم طراز ہیں "یہ آخری خط مسئلہ کشمیر پر بھارتی پالیسی کا نیا سنگ میل تھا اس دوران بھارت نے طے کر لیا تھا کہ اقوام متحدہ یا براہ راست مذاکرات اور مراسلت سے جان چھڑا کر کشمیر کو بھارت کا اٹوٹ انگ بنا لیا جائے۔ اس سے قبل بھارت کی جانب سے کئے جانے والے رائے شماری کے وعدے کے دراصل دو مقاصد تھے۔

- پہلا یہ کہ شیخ عبداللہ کی گرفتار سے جو عوامی تحریک پیدا ہوئی ہے اسے ختم کیا جائے۔
- دوسرا پاکستان کو باربار اقوام متحدہ میں جانے سے روکا جائے۔ مذاکرات اور خط و کتابت کے ذریعے وقت گزارنے سے بھارت کو یہ دونوں مقاصد حاصل ہو گئے"

بھارت تو اپنی وسیع المدتی پالیسی کے تناظر میں رائے شماری ہی سے مکر گیا مگر ہمارے ہاں ڈنگ ٹپاؤ پالیسی زور پکڑتی چلی گئی اور ہم مسلسل بھارت کے مذاکراتی ہتھکنڈوں کی زد میں آتے چلے گئے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو بھارت کشمیری عوام سے کئے گئے تمام تر وعدوں سے مکرتا چلا گیا اور دوسری طرف اس نے عالمی

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

رائے عامہ کو گمراہ کرنے کے لئے مذاکرات کا لبادہ اوڑھے رکھا۔

چین کے ساتھ جب بھارت کا سرحدی تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا تو امریکہ اور برطانیہ نے چین کے خلاف بھارت کو وسیع پیمانے پر مالی امداد دی جس کے نتیجے میں پاکستان کے اندر قومی سلامتی کے حوالے سے بھی خاصی بے چینی پیدا ہو گئی۔ امریکہ اور برطانیہ نے اس خوف کے تحت کہ پاکستان چین یا روس کے ساتھ اتحاد کر کے اپنی قسمت کمیونسٹ بلاک کے ساتھ وابستہ نہ کر لے ایک بار پھر مذاکرات کا لالچ دیتے ہوئے پاکستان کو رام کر لیا۔ 29 نومبر 1962ء کو دولت مشترکہ کے سیکرٹری ڈنکن سینڈیز اور امریکہ کے اسسٹنٹ سیکرٹری آف سٹیٹ ایورل ہیریمن نے ایوان صدر راولپنڈی میں صدر ایوب کے ساتھ ملاقات کی اور پاکستان اور بھارت کا ایک مشترکہ اعلامیہ ترتیب دیا جس میں کہا گیا کہ اختلافات دور کرنے کے لئے از سرنو کوششیں شروع کرنی چاہئیں چنانچہ طے پایا کہ پہلے مرحلے میں وزارتی سطح پر مذاکرات ہوں گے اور دوسرے مرحلے میں نہرو اور صدر ایوب کے درمیان براہ راست گفت و شنید ہو گی ——— ایوب نے اس پر فوراً دستخط کر دیئے اور ڈنکن سینڈیز یہ دستاویز لے کر دہلی چلے گئے جہاں سے انہوں نے اس پر نہرو کے دستخط کرائے۔ جس پر صدر ایوب نے امریکہ اور برطانیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خطے میں امن کی نوید سنائی مگر صدر ایوب کی خوش فہمیاں اس وقت زندہ درگور ہو گئیں جب اگلے ہی روز پنڈت نہرو نے لوک سبھا میں بیان دے مارا کہ "حالات کی نزاکت کے پیش نظر یہ ایک رسمی سی کارروائی تھی اور اس معاہدہ کی وجہ سے کشمیر کے متعلق بھارت کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی"

اس پر برطانوی اخبار سنڈے ایکسپریس نے لکھا "نہرو پر اعتماد کرنا حماقت ہے حقیقت تو یہ ہے کہ نہرو پر اعتبار کرنا تاج محل کو بنیادوں سے اکھاڑ پھینکنا ہے" چوہدری غلام عباس نے کہا کہ ماضی کے تجربات کی روشنی میں نہرو سے اب مزید بات چیت بے کار ہے کیونکہ بھارت نے ہر موقع پر وعدہ خلافی سے کام لیا ہے۔ قومی اسمبلی کے اجلاس میں نہرو کے

allurdupdfnovels.blogspot.com

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

اس بیان پر سخت رد عمل دیکھنے میں آیا۔ جماعت اسلامی اور حسین شہید سہروردی کی عوامی لیگ نے بھی بھارت سے مزید مذاکرات کو ایک فضول عمل قرار دیا مگر ذوالفقار علی بھٹو نے ان اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ایک آخری کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔

چنانچہ اس آخری کوشش کے طور پر 27 دسمبر 1962ء کو راولپنڈی میں وزراء خارجہ کی سطح پر مذاکرات کا ایک نیا دور شروع ہوا جس کا آغاز ہی بھارتی وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ کے ان الفاظ کے ساتھ ہوا کہ "بین القوامی طور پر تسلیم شدہ قانونی اور جمہوری اصولوں کے مطابق کشمیر بھارت کا ایک لازمی حصہ بن گیا ہے۔" لیکن اس کے باوجود پاکستانی حکمرانوں کی آنکھیں نہ کھلیں اور 31 دسمبر کو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ وہ مذاکرات کے نتائج سے مطمئن ہیں۔ جناب بھٹو نے نہ صرف یہ کہ حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے مذاکرات کو نتیجہ خیز قرار دینے کی غلطی کی بلکہ وہ اس بات پر بھی رضامند ہو گئے کہ جنوری 1963ء میں ایک مرتبہ پھر مذاکرات کا عمل شروع کیا جائے گا۔ 16 جنوری 1963ء کو دہلی میں مذاکرات کا دوسرا دور ہوا جو حسب روایت بھارت کی ہٹ دھرمی کی نذر ہو گیا۔ ان مذاکرات میں بھارت نے بالکل یوٹرن (Uturn) لیتے ہوئے جناب بھٹو کو صاف صاف بتا دیا کہ کشمیر پر کوئی بات نہیں ہو گی البتہ کشمیر کے علاوہ جس مسئلہ پر بات کرنا چاہیں ہم تیار ہیں۔ ایک طرف بھارت یہ ہٹ دھرمی دکھا رہا تھا اور دوسری طرف امریکی صدر جان ایف کینڈی نے 26 جنوری کو صدر ایوب کے نام لکھے گئی خط میں الٹا پاکستان پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ مذاکرات جاری رکھے جائیں۔ کینڈی دراصل بھارت کا عالمی تشخص بحال کرنے کے لئے مذاکرات کا تسلسل ٹوٹنے نہیں دینا چاہتے تھے۔ پاکستان امریکی دباؤ میں آ گیا اور طے پایا کہ 8 فروری کو پھر مذاکرات ہوں گے چنانچہ 8 سے 11 فروری تک کراچی میں مذاکرات ہوتے رہے جو حسب توقع بے نتیجہ رہے۔ کہتے ہیں کہ مذاکرات ختم ہونے سے ایک دن قبل بھٹو اور سورن سنگھ کافی دیر تنہائی میں بیٹھ کر معاملات ڈسکس کرتے

رہے جس سے کچھ امید پیدا ہونے لگی کہ شاید بات اپنے منطقی انجام کی طرف جا رہی ہے مگر اس وقت لوگوں کو سخت حیرت ہوئی جب علیحدگی میں کی گئی اس ملاقات کے بعد اعلان ہوا "معاملات طے نہیں پا سکے آئندہ مذاکرات مارچ میں کلکتہ میں ہوں گے"

ہمارے حکمران محض اس بات پر خوش تھے کہ بھارت ہم سے مذاکرات کر رہا ہے جبکہ بھارت Long term پالیسی پر عمل پیرا تھا۔ اس نے ایک طرف پاکستان کو مذاکرات کے کھلونے سے بہلائے رکھا اور دوسری طرف دنیا میں اپنے امیج کو بہتر کرنے کے لئے پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ ہم تو پوری کوشش کر رہے ہیں کہ معاملات مذاکرات کے ذریعے حل ہو جائیں مگر پاکستان مذاکرات کے عمل کو ہر دفعہ سبوتاژ کر دیتا ہے۔ پاکستان کی طرف سے چونکہ عالمی فورمز پر اپنا موقف پیش کرنے کی کوئی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی جا رہی تھی اس لئے بھارت کو میدان خالی ملا جس کا اس نے ٹھیک ٹھاک فائدہ اٹھایا۔ نتیجتاً آج بھی دنیا میں اس کی بات کو اہمیت دی جاتی ہے اور وہ کرگل میں عسکری محاذ پر ہاری جنگ سفارتی محاذ پر جیت لیتا ہے۔

✶—✶—✶—✶

12 سے 14 مارچ تک کلکتہ میں پھر مذاکرات کا دور چلا جس میں پاکستان کی حیثیت ایک ملزم کی تھی اور بھارت ایک وکیل کی طرح پاک چین معاہدے کی تفصیلات طلب کرتا رہا۔ واقفان حال کہتے ہیں کہ ان مذاکرات کا زیادہ تر وقت پاکستان کی طرف سے وضاحتیں پیش کرنے میں گزر گیا۔ مذاکرات کے اختتام پر سردار سورن سنگھ نے کہ بات آگے نہیں بڑھ سکی کیونکہ اختلافات بہت زیادہ ہیں۔

پاکستان کو اب بھی عقل نہ آئی اور طے پایا کہ آئندہ مذاکرات اگلے ہی مہینے کراچی میں ہوں گے چنانچہ 22 اپریل سے 25 اپریل تک کراچی میں مذاکرات ہوئے اور ان کا انجام اتنا عبرتناک ہوا کہ اختتام پر کوئی جھوٹا سچا اعلامیہ بھی جاری نہ کیا جا سکا۔ ذوالفقار علی بھٹو اس صورت حال سے سخت رنجیدہ تھے اور انہوں نے نجی محافل میں کہنا شروع کر دیا کہ آئندہ مذاکرات نہیں ہوں گے مگر اچانک پاکستان میں **متعین**

allurdupdfnovels.blogspot.com

برطانوی ہائی کمشنر اور امریکی سفیر نے جناب بھٹو سے ایک عدد ملاقات کی اور اگلے روز بھٹو صاحب کا بیان آیا۔ "آئندہ مذاکرات مئی میں بھارت میں ہوں گے"

15 مئی سے دہلی میں مذاکرات کا نیا دور شروع ہوا جس کا اختتام 16 مئی کو ہی ہو گیا۔ دونوں ممالک نے مشترکہ اعلامیہ جاری کیا۔

"بڑے افسوس کے ساتھ یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ بات چیت ناکام ہو گئی ہے اس لئے صدر ایوب اور پنڈت نہرو کے درمیان ملاقات نہیں ہو سکتی" وقت نے ثابت کر دیا کہ سراوون ڈکسن نے بالکل ٹھیک کہا تھا "مسئلہ کشمیر کو پرامن طور پر سلجھانے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی" اور چوہدری غلام عباس نے بجا طور پر کہا تھا کہ نہرو سے مزید بات چیت بے کار ہے۔

✶—✶—✶—✶

1965ء میں جب بھارت کو ہر محاذ پر مار پڑنے لگی تو وہ ایک بار پھر اقوام متحدہ کی طرف بھاگا سوویت یونین نے بھارت کو بچانے کے لئے ایک بار پھر مذاکرات کا جال بچھا دیا اور قربان جایئے اپنے صدر ایوب پر کہ انہوں نے ایک بار پھر مذاکرات کے چکر میں آنا بخوشی قبول کر لیا۔

2 جنوری 1966ء کو میگن کی دعوت پر سوویت یونین روانہ ہونے سے پہلے صدر ایوب نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"امریکی رہنماؤں نے مجھے یقین دلایا ہے کہ وہ بھارت اور پاکستان کے درمیان تمام تر اختلافات حل کروانے میں مدد دیں گے' سوویت یونین کے رہنماؤں نے بھی یہی کہا ہے۔ اسی وجہ سے میں تاشقند جا رہا ہوں"

محب وطن حلقے چیختے رہ گئے کہ یہ بھارتی آقاؤں کی ایک چال ہے اور پاکستان کو اس میں نہیں آنا چاہئے لیکن صدر محترم بڑے چوڑے ہو کر تشریف لے گئے اور ان کے غبارے سے اس وقت ہوا نکل گئی جب 3 جنوری 1966ء کو مذاکرات کا باقاعدہ آغاز لال بہادر شاستری کے ان الفاظ سے ہوا

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

"میرا خیال ہے کہ آپ یہ سن کر افسردہ ہوں گے لیکن ہم کشمیر نہیں چھوڑ سکتے"

چنانچہ جب 10 جنوری کو اعلان تاشقند کا مشترکہ اعلامیہ جاری ہوا تو پاکستان جیتی جنگ ہار چکا تھا۔ خود صدر ایوب نے یکم فروری کو یہ تسلیم کیا کہ ہم مسئلہ کشمیر کا قابل قبول طریقے پر حل تجویز نہ کر سکے۔

اس معاہدے سے پاکستان کو تو کچھ نہ ملا البتہ بھارت نے 3 مطالبات منوا لئے۔

1۔ فوجوں کی واپسی۔

2۔ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ۔

3۔ اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کا اصول۔

✶—✶—✶—✶

71ء کی شکست کے بعد ایک بار پھر مذاکرات ہوئے جنہیں ہم شملہ معاہدہ کے نام سے جانتے ہیں۔ 2 جولائی 1972ء کو ہونے والے ان مذاکرات میں تو حکمرانوں نے لٹیا ہی ڈبو دی۔ سیزفائر لائن کا نام تک بدل کر کنٹرول لائن رکھ دیا گیا یعنی کشمیر کے ایک حصے پر فی الوقت بھارتی قبضے کو تسلیم کرتے ہوئے قومی مفادات کو پامال کر دیا گیا بعد میں سابق سینٹر پروفیسر خورشید احمد نے 20 جولائی 1989ء کو سینٹ میں تقریر کرتے ہوئے یہ انکشاف کیا کہ کلدیپ نیر دعویٰ کرتا ہے کہ شملہ معاہدہ کا ایک غیر تحریری حصہ بھی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ آہستہ آہستہ لائن آف کنٹرول کو مستقل سرحد بنا دیا جائے گا۔ (یہ بات معروف کالم نگار عبدالقادر حسن نے بھی لکھی تھی) اب جو میاں نواز شریف صاحب یہ تسلیم کر کے آئے ہیں کہ لائن آف کنٹرول کو شملہ معاہدہ کے مطابق تقدس دیا جائے گا وہ اس کو بین الاقوامی سرحد بنانے کی ایک مذموم کوشش ہے جس کا وعدہ کر کے وزیراعظم نے قومی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

جب ہم تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ 1972ء سے 1990ء تک بھارت نے ہمیں NO LIFT کا بورڈ دکھائے رکھا اور ہم نے جب بھی کشمیر پر بات کرنے کی کوشش کی اس نے ہمیں گھاس ڈالنے سے انکار کر دیا لیکن جب

allurdupdfnovels.blogspot.com

1990 میں مجاہدین نے عسکریت شروع کی اور بھارت کو وادی میں مسائل کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے ایک بار پھر مذاکرات کا ڈھونگ رچانا شروع کر دیا۔ مئی کے اوائل میں امریکہ بھارت کا پشت پناہ بن کر بیچ میں کود پڑا جارج بش نے رابرٹ گیٹس کو خط میں بھیجا جس نے ایک مرتبہ پھر دونوں ممالک کو مذاکرات کی میز پر لا بٹھایا۔

18 جولائی 1990ء کو اسلام آباد میں خارجہ سیکرٹریوں کی سطح پر مذاکرات کا آغاز ہوا یعنی جوں جوں وقت گزرتا گیا مذاکرات نچلی سطح کی طرف سفر کرتے رہے۔ ان مذاکرات میں پاکستان کی طرف سے تنویر احمد خان اور بھارت کی طرف سے مچکندے دوبے نے شرکت کی۔ مذاکرات میں مسئلہ کشمیر' کنٹرول لائن پر ہونے والی چھڑپیں اور باہمی اعتماد کی بحالی پر بات چیت کی گئی۔ 19 جولائی کو مذاکرات ختم ہوئے تو پاکستانی حکومت نے انہیں کامیاب قرار دے دیا مگر اگلے ہی روز بھارتی وزیراعظم وی پی سنگھ نے ان دعوؤں کی قلعی یہ کہہ کر کھول دی "اب مذاکرات سے غیر معمولی نتائج کی توقع کرنا غلطی ہو گی ـــــ رائے شماری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" جب رائے شماری کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا اور غیر معمولی نتائج کی بھی کوئی امید نہیں تو پھر پاکستانی وزارت خارجہ انہیں کامیاب کیسے قرار دے رہی تھی؟ ایک طرف وی پی سنگھ ان مذاکرات کو ناکام قرار دے رہے تھے اور دوسری طرف پاکستان حکومت اپنی قوم کو اگلے ہی مہینے نئے مذاکرات کی نوید سنا رہی تھی۔

دہلی میں 10 اگست کو شروع ہونے والے یہ مذاکرات اپنی نوعیت کے واحد مذاکرات تھے جن میں سرے سے کشمیر پر بات ہی نہیں کی گئی اور 11 اگست کو جب مذاکرات اختتام پذیر ہوئے تو پتا چلا کہ دون صرف Military Confidence building Measures. پر بات چیت ہوئی ہے اور مذاکرات کے بطن سے صرف ایک بیان نے جنم لیا ہے کہ بھارت پاکستان کے خلاف کوئی جنگی عزائم نہیں رکھتا۔

دسمبر میں ایک مرتبہ پھر مچکندے دوبے اور شہریار خان آپس میں مل بیٹھے۔

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

اسلام آباد میں ہونے والے ان دو روزہ مذاکرات میں کام کی کوئی بات نہ ہوئی۔ کشمیر کو چھیڑا تک نہیں گیا اور یہ اعلان کر کے کہ دونوں ممالک افواج کی تعیناتی اور نقل و حرکت کے بارے میں ہفتہ وار ایک دوسرے کو آگاہ کریں گے مچکندے صاحب واپس چل دیئے۔ پاکستان اب مکمل طور پر بھارت کی وکٹ پر کھیل رہا تھا۔ ہمارے حکمرانوں کی مت ماری جا چکی تھی چنانچہ 4 اپریل 1991ء کو شہریار خان صاحب ایک بار پھر دہلی جا پہنچے اور شرمناک ترین پہلوؤں پر اتفاق رائے سے کام لیتے ہوئے "کامیاب" دورے سے واپس تشریف لے آئے۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ کشمیر کا مسئلہ جوں کا توں موجود تھا اور ہمارے سیکرٹری خارجہ ایک دوسرے کی فضائی حدود کی خلاف ورزیاں نہ کرنے کا وعدہ کر آئے۔

اور 30 اکتوبر کو مری میں شروع ہونے والے مذاکرات میں تو ملت فروشی' بے حیائی اور بے شرمی کی تمام سابقہ مثالوں کو مات دے دی گئی۔ بھارت سے وعدہ کر لیا گیا کہ جنوری 1992ء سے پہلے پہلے پاکستان اپنی تمام نیوکلیر تنصیبات کے بارے میں بھارت کو آگاہ کر دے گا۔ (تاکہ بوقت ضرورت تباہ کرنے میں آسانی رہے ـــــ)

اگست 1992ء میں ایک مرتبہ پھر دہلی میں مذاکرات شروع ہو گئے۔ شہریار خان صاحب نے فرمایا کہ مذاکرات بامعنی' مفید اور معلوماتی تھے لیکن دوسری طرف بھارت نے جو ہینڈ آؤٹ جاری کیا اس میں کشمیر کا ذکر تک موجود نہ تھا۔

ایک طرف حکومت عوام کو بے وقوف بناتی رہی اور دوسری طرف مذاکرات کی آڑ میں بھات نے کشمیر کو سیکورٹی ایجنسیوں اور نیم فوجی اور فوجی دستوں سے بھر دیا۔ عالمی ادارے اور دوست ممالک چپ رہے کہ پاکستان مذاکرات کر رہا ہے دیکھیں کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے اور ہماری حکومت اس لولی پاپ سے کھیلتی رہی اس نے کشمیر کے اندرونی حالات کے بارے میں عالمی رائے عامہ بیدار کرنے کی کوشش ہی نہ کی جس کے نتیجے میں بھارت کو بہت حد تک ریلیف مل گیا اس نے بیرونی دنیا میں مذاکرات کو موضوع بحث بنائے رکھا اور اندرونی وادی قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا ـــــ

allurdupdfnovels.blogspot.com

ہمارے حکمران سب کچھ دیکھتے رہے اور چپ رہے کہ مذاکرات کا عمل سبوتاژ نہ ہو جائے۔ 15 اکتوبر 1993ء کا دن کشمیر کی تاریخ میں ایک بھیانک باب کے طور پر ہمیشہ کے لئے یاد رکھا جائے گا۔ اس روز بھارتی فوج نے حضرت بل کو محاصرہ میں لے لیا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ حضرت بل میں پاکستانی دراندار موجود ہیں جن کو کچلنا بھارت ماتا کی سیوا کے مترادف ہے۔ ایک ماہ تک یہ محاصرہ جاری رہا اور اس دوران میں بھارت نے تمام اخلاقی قوانین کی دھجیاں اڑا دیں۔ مسلم دنیا نے بالعموم اور پاکستان نے بالخصوص اس پر صدائے احتجاج بلند کی کہ بھارت بابری مسجد کی داستان یہاں بھی دہرانا چاہتا ہے۔ عالمی ذرائع ابلاغ نے بھی بھارت کو کھل کر تنقید کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ اس دوران پاکستان نے جنرل اسمبلی میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر قرارداد پیش کرتے ہوئے یہ مطالبہ کر دیا کہ بھارت چونکہ مقبوضہ کشمیر میں تحریک آزادی کو کچلنے کے لئے بے گناہ عوام کا قتل عام کر رہا ہے اس لئے جنرل اسمبلی ایک مشن مقبوضہ کشمیر روانہ کرے جو حقائق معلوم کر کے پوری دنیا کو بتلائے تاکہ بھارت کے سیکولر اور امن پسند ملک ہونے کے جھوٹے دعوے بے نقاب ہو سکیں۔ عالمی ذرائع ابلاغ چونکہ کھل کر پاکستان حمایت میں لکھ رہے تھے اور بھارت کو کھلم کھلا غاصب' قاتل اور جارح کے القابات سے نوازا جا رہا تھا' پھر مسلم دنیا بھی پاکستان کو بھرپور تعاون کی یقین دہانی کرا چکی تھی چنانچہ یہ امید پیدا ہو چلی کہ اقوام متحدہ نہ صرف اندرون وادی قتل عام کا نوٹس لے گی بلکہ اپنی سابقہ قراردادوں پر عمل درآمد کو بھی یقینی بنائے گی۔

یہ وہ موقع تھا کہ بھارت کے پاس عالمی سطح پر رسوائی اور ذلت سے بچنے کا کوئی راستہ نہ تھا بھارت ایک ظالم اور وحشی ملک کے طور پر سامنے آ رہا تھا کہ اچانک امریکہ بیچ میں کود پڑا اور پاکستان پر زور دیا کہ اگر وہ مسئلہ کو اقوام متحدہ میں نہ اٹھائے تو وہ وعدہ کرتا ہے کہ نہ صرف بھارت کو مذاکرات پر آمادہ کرے گا بلکہ اب کی بار مسئلہ کشمیر کا کوئی حل ضرور نکالا جائے گا چنانچہ ہماری حکومت ایک بار پھر امریکی دباؤ کے آگے جھکتے ہوئے دوطرفہ مذاکرات پر رضامند ہو گئی ——— یہ الگ بات کہ

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

"The News" راولپنڈی مورخہ 27 دسمبر 1993ء کی اشاعت میں وزیر خارجہ جناب آصف احمد علی نے صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ مذاکرات کے کامیاب ہونے کی کوئی امید رکھنا بے وقوفی ہو گی۔

——— اور حکومت کی سرپرستی میں یہ بے وقوفی سرزد ہوئی۔ یکم جنوری 1994ء کو بھارتی وفد سیکرٹری خارجہ این ڈکشت کی قیادت میں پاکستانی پہنچا اور 2 جنوری کو مذاکرات کا عمل شروع ہو گیا۔ ان مذاکرات کے کل چار دور رکھے گئے۔ تین مسئلہ کشمیر کے لئے اور ایک دور سیاچن' سمندری حدود اور دولر بیراج کے تنازعات کو حل کرنے کے لئے مختص ہوا مگر مسئلہ کشمیر کسی طور پر حل ہوتا دکھائی نہ دیا۔ 2 جنوری کی شام کو بی بی سی لندن نے ان مذاکرات کے بارے میں کہا:

"مذاکرات کے حوالے سے جو صورت حال سامنے آئی ہے اسے دیکھتے ہوئے اس دو روزہ بات چیت سے زیادہ امیدیں وابستہ نہیں کی جا سکتیں۔"

اور 3 جنوری کو دونوں ممالک نے یہ بھی بات تسلیم کر لی کہ مذاکرات میں مسئلہ کشمیر کے حل کی طرف پیش رفت نہیں ہو سکی۔ مذاکرات کے بعد جاری کئے گئے مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا:

"دونوں ممالک کے درمیان اصل اور بنیادی تنازعہ طے کرنے میں کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی"

اور پیش رفت ہوتی بھی کیسے؟

بھارت تو پاکستان کو اقوام متحدہ میں جانے سے روکنا چاہتا تھا اور اسے اس مقصد میں کامیابی حاصل ہو چکی تھی۔ اسے کیا پڑی تھی مذاکرات کو بامقصد بناتا۔ مذاکرات کے نتیجے میں جب بھارت کو یقین ہو گیا کہ اب پاکستان مذاکراتی عمل میں الجھ چکا ہے اور اقوام متحدہ کی مداخلت کا کوئی امکان نہیں رہا تو اس کا لہجہ ہی بدل گیا۔ جے این ڈکشت سے جب ایک صحافی نے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے بارے میں سوال کیا تو اس کی تیوری چڑھ گئی اور اس نے انتہائی ناگوار لہجے میں کہا'

allurdupdfnovels.blogspot.com

"آپ کا سوال غیر متعلقہ اور مناسب ہے"

ڈکشت نے یہ بھی کہا کہ اقوام متحدہ کی قراردادیں غیر متعلق ہو چکی ہیں۔ (نوائے وقت راولپنڈی 4 جنوری 1999ء) ان فرسودہ مذاکرات پر پاکستان میں سخت رد عمل ہوا' جلسے جلوس نکلے مظاہرے ہوئے مگر حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔ آل پارٹیز حریت کانفرنس کا کہنا تھا کہ جب تک بھارت حالات کی بہتری کے لئے واضح اقدامات نہیں کرے گا کشمیریوں کی رائے عامہ یہ اجازت نہیں دے گی کہ کسی نوعیت کی گفت و شنید ہو۔ حریت کانفرس نے مطالبہ کیا کہ آئندہ جب بھی کسی قسم کی گفت و شنید ہو تو کشمیریوں کو اس میں ضرور شامل کر لیا جائے اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کے فریم ورک کے اندر رہ کر بات کی جائے حریت کانفرنس نے ان مذاکرات کو ناکارہ اور فرسودہ قرار دیتے ہوئے ان سے خیر کی توقع رکھنا نادانی قرار دیا مگر صدر مملکت جناب فاروق خان لغاری نے کراچی میں ایک اور ہی انداز کی دانشوری جھاڑتے ہوئے مختلف موقف اختیار کیا۔ ان کا کہنا تھا:

"گو کہ بات چیت حسب توقع کامیاب نہیں ہوئی لیکن قدم آگے کی طرف بڑھیں گے کہ بھارت پہلی بار کشمیر پر ایجنڈے کے علیٰحدہ آئٹم کے طور پر مذاکرات پر آمادہ ہوا ہے۔ درحقیقت یہ پاکستان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

جن مذاکرات کو بی بی سی ناکام قرار دے چکی' حریت کانفرنس نے لاتعلقی اختیار کر لی' اور عوام نے غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے جنہیں رد کر دیا۔ سردار فاروق لغاری صرف امریکی خوشنودی کے لئے ان کو پاکستان کی بہت بڑی کامیابی قرار دے رہے تھے۔ آج یہی سردار صاحب قوم کو ایک بار پھر بے وقوف بنانے کے لئے اعلان واشنگٹن کے خلاف میدان عمل میں کود پڑے ہیں اور حکومت کو کوسنے دے رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب سردار صاحب ایوان اقتدار میں تھے تو آج کے حکمرانوں کی طرح انہوں نے بھی ملت فروشی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ اقتدار میں آ کر یہ لوگ بے حسی اور بے حمیتی کا داغ بن جاتے ہیں اور جب ایوانوں سے انہیں اٹھا کر

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

باہر پھینک دیا جائے تو ان کی رگ حریت پھڑک اٹھتی ہے۔ معلوم نہیں اور کتنا زہر باقی ہے جو انہوں نے قوم کے بدن میں اتارنا ہے؟

اپنے چند لمحوں کے سامان تعیش کے لئے قومی حمیت بیچ کھانے والے یہ حکمران پتا نہیں کب تک اس قوم کے جسد ناتواں پر جونک بن کر چمٹے رہیں گے۔

✶—✶—✶—✶

آج پھر میاں نواز شریف ہمیں مذاکرات کی نوید سنا رہے ہیں اور "جہاد یا مذاکرات" جیسے مذاکرے منعقد کروا کر قوم کو الجھایا جا رہا ہے۔ جو جہاد کی بات کرے اسے دہشت گرد' امن کا دشمن اور جذباتی قرار دے کر صف انسانی سے خارج کیا جا رہا ہے اور جو "بحیثیت مسلمان امریکہ کے صدر کلنٹن کو سلام پیش کرتے ہوئے" مذاکرات کی بات کریں انہیں عقل کل تصور کرتے ہوئے دانشوری کے سرٹیفکیٹ دیئے جا رہے ہیں۔

مذاکرات کے ہم قطعاً مخالفت نہیں۔ کوئی بھی محب وطن اور ذی شعور آدمی مذاکرات کا مخالف نہیں مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حمیت و شعور سے محروم قیادت جب مذاکرات کی میز پر بیٹھا کرتی ہے تو اس کی نگاہیں اپنے مفادات کی پردوں سے پار نہیں ہو سکتیں ——— ہم نے 50 سالوں میں مذاکرات کی میزیوں پر ہارا ہی ہارا ہے جیتا تو کچھ نہیں ایسے میں ہم پھر مذاکرات سے کون سی امید لگا کر بیٹھیں؟ ہم سے اب سرابوں کا تعاقب نہیں ہوتا۔ نااعتباریوں کے موسم میں بھیگے ہم لوگ اب کسی رم جھم کے طلبگار نہیں۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

باب 5

پاک فوج اور میڈیا وار

تنازعہ کرگل کے ساتھ ہی پاک فوج کے خلاف ایک شرانگیز مہم شروع کر دی گئی۔ جس کا آغاز بھارت کے وزیر دفاع جارج فرنانڈس کے اس بیان سے ہوا جس میں انہوں نے کہا کہ تنازعہ کرگل میں نواز شریف کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ فوج نے انہیں حقائق سے مکمل طور پر لاعلم رکھتے ہوئے اپنے طور پر یہ مہم جوئی کی۔ جارج فرنانڈس کی اس بیان کے ساتھ ہی بھارتی اخبارات و جرائد نے ایک ہی راگ الاپنا شروع کر دیا کہ پاکستان کی مسلح افواج خطے میں امن و سلامتی کی دشمن ہیں۔ وزیر اعظم واجپائی اور وزیر اعظم نواز شریف خطے میں امن کے فروغ کے لئے اچھا خاصا کام کر چکے تھے اور امید پیدا ہو چکی تھی کہ دونوں ملک اب امن و خوشحالی کی راہ پر چل پڑیں گے لیکن پاکستان کی مسلح افواج اس بات سے خوش نہیں تھیں اور انہوں نے وزیر اعظم نواز شریف کو اعتماد میں لئے بغیر کرگل میں محاذ آرائی شروع کر دی۔ بھات کے سابق سیکرٹری خارجہ ایس کے سنگھ کا کہنا تھا کہ پاکستانی افواج کے اس غیر ذمہ دارانہ اقدام کی وجہ سے اب بھارت کے کسی وزیر اعظم کے لئے پاکستان پر اعتماد کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔

یہ بھارت کی طرف سے پاکستانی حکومت کو رعایت دیتے ہوئے پاکستان کی مسلح افواج کے خلاف پہلا محاذ تھا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ حکومت اس پر خاموش نہ رہتی اور وزارت خارجہ اپنی مسلح افواج کا شروع سے ہی دفاع کرتا مگر بڑے دکھ کے ساتھ کہنا پڑ

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

رہا ہے کہ وزارت خارجہ نے ایک مجرمانہ خاموشی اختیار کئے رکھی بلکہ وزارت خارجہ کے معاندانہ رویے کا تو یہ حال تھا کہ جب آئی ایس پی آر کے برگیڈئر قریشی کسی بریفنگ میں اپنی موقف کا اظہار کر رہے ہوتے وزرات خارجہ کے ترجمان طارق الطاف اپنے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ سجائے ان کا تمسخر اڑانے کی کوششوں میں مصروف ہوتے۔ پاکستان کی وزارت خارجہ کی طرف سے اس مجرمانہ خاموشی سے ملک دشمن قوتوں کو شہ ملی اور پھر غیر ملکی اخبارات و جرائد میں پاکستانی آرمی کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی برپا ہو گیا۔

13 جولائی 1999ء کو مغربی اخبارات (بشمول دی ٹائمز) میں بھارت کی طرف سے 4 صفحات کا ایک اشتہار دیا گیا جس میں پاکستانی آرمی کو Rogue Army یعنی بدمعاش فوج قرار دیا گیا۔ دنیا کو بتلانے کی کوشش کی گئی کہ پاک آرمی کشمیر میں خون کا بازار گرم کئے ہوئے ہے جب میڈیلین البرائٹ کی طرف سے بھی دبے لفظوں میں پاکستان کی مسلح افواج کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کیا گیا تو امریکہ کے پرانے نمک خوار حرکت میں آ گئے تاکہ امریکہ کو بتایا جا سکے کہ ہم اب بھی اسی کے فریم ورک کے مطابق کام کرنے کو تیار ہیں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے حب الوطنی کے تمام تقاضوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے محض اپنی سیاسی مفادات کے لئے پاک فوج کے خلاف بیان بازی شروع کر دی۔ ان کا کہنا تھا کہ آئی ایس آئی نہ صرف بھارت بلکہ امریکہ میں بھی خون ریزی کی کوششوں میں مصروف ہے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اعلیٰ مسلم لیگی قیادت نے بے نظیر کے اس بیان کا کوئی نوٹس نہ لیا حالانکہ عام طور پر مسلم لیگ کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ نظیر کے ہر اچھے برے کام میں کیڑے نکالیں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ دونوں جماعتیں صرف ایک ایجنڈے پر عمل کر رہی ہیں اور وہ ہے امریکہ کی خوشنودی۔ ایک جماعت یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ ہم سے زیادہ آپ کا کوئی وفادار نہیں ہے ہمیں دوبارہ موقع دے کر تو دیکھئے اور دوسری جماعت کا کہنا تھا جناب حکم تو کیجئے ہم بھی آپ ہی کے غلام ہیں۔ ہمارے ہوتے ہوئے کسی اور کی ضرورت کیوں؟

allurdupdfnovels.blogspot.com

چنانچہ یہ کربناک وقت بھی آیا کہ جغرافیائی سرحدوں کے دفاع میں مصروف ہماری بہادر افواج کو صحافتی محاذ پر اپنا دفاع بھی خود کرنا پڑا۔ برگیڈیر راشد قریشی کو یہ کہنا پڑا "پاکستانی افواج کے بارے میں ہرزہ سرائی سے قبل مغربی طاقتیں زمینی حقائق سے مکمل آگہی ضرور حاصل کریں۔"

سفارتی ذرائع کا کہنا ہے کہ پاک فوج کے اس بیان پر وزارت خارجہ کے افسران نے واویلا مچانا شروع کر دیا کہ پاکستان کی مسلح افواج بیرونی دنیا میں اپنا امیج خراب کر رہی ہیں لیکن جب پاک آرمی کی طرف سے وزارت خارجہ اور وزارت اطلاعات و نشریات سے یہ سوال پوچھا گیا کہ پاکستان آرمی کے خلاف برطانوی اور امریکی اخبارات میں چھپنے والے اشتہارات کے جواب میں آپ نے خاموشی کیوں اختیار کئے رکھی تو وزارتوں کے روشن دماغوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔

دوسری طرف مغربی جرائد پاک آرمی کے بارے میں جھوٹ پر جھوٹ بولتے چلے جا رہے تھے۔ امریکی جریدے "ٹائم" نے تو اپنی 12 جولائی 1999ء کی اشاعت میں دروغ گوئی کی حد کر دی۔

"In Enemy serritory: A soldier's story" کے نام سے لکھے گئے ایک مضمون میں پاک فوج کے ایک فرضی سپاہی کی کہانی سنائی گئی کہ کس طرح اسے کرگل کے محاذ پر رکھا گیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ نہ مضمون لکھنے والے کا کوئی نام تھا اور نہ ہی سپاہی کا نام بتایا گیا تھا۔ شاید اس طرح انہیں اپنی جھوٹ کا بھانڈا پھوٹ جانے کا خطرہ ہو۔ اس مضمون میں سپاہی ٹائم میگزین کو بتاتا ہے کہ ہمارے فوجیوں کا مورال بالکل ڈاؤن تھا اور ہماری اکثریت اس فضول جنگ سے اکتا چکی تھی۔ ہم میں ایک فوجی کی حالت بہت نازک ہو گئی۔ اس نے اپنے افسر سے درخواست کی کہ مجھے نیچے جانے کی اجازت دے دی جائے۔ میں محاذ پر مزید نہیں رہ سکتا مگر افسر نے اس کی درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ تنگ آ کر اس فوجی نے افسر کو پیشکش کی کہ وہ 4 ہزار امریکی ڈالر رشوت لے لے مگر اسے نیچے جانے دے۔ افسر نے رشوت لینے سے بھی

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

انکار کر دیا۔ چند دنوں بعد وہ فوجی مر گیا اور اس کی لاش کو پہاڑی سے نیچے پھینک دیا گیا۔

ٹائم میگزین نے اپنے تئیں یہ کہانی شائع کر کے پاکستان آرمی کے مورال پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی مگر وہ یہ بھول گیا کہ پاکستان کے معاشی حالات اتنے بہتر نہیں کہ ایک عام سپاہی کسی آفیسر کو 4 ہزار امریکی ڈالر بطور رشوت پیش کر سکے۔

پھر یہ بات بھی اب ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ کرگل کے محاذ پر جانے والے تمام فوجی والینٹرز (رضاکار) تھے اور ان کو بتا دیا گیا تھا کہ یہ شہادت مشن ہے جہاں سے واپسی کی توقع نہیں۔ ایک ایسے ملک کا صحافی جس کے صدر مملکت ایک فاحشہ سے رنگ رلیاں مناتے پڑے جا چکے ہوں، جس کی فوج 25 لاشیں گرنے کے بعد صومالیہ سے بھگ نکلی ہو اور جس کے ہوش و ہواس پر دولت کا بھوت سوار ہو اسے کیا پتا پاکستان کی مسلح افواج زندگی سے زیادہ موت کی طلبگار ہوتی ہیں۔ یہ الزام اتنا بودا تھا کہ "بنگلہ دیش آبزرود" ڈھاکہ نے اسے یکسر رد کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی مسلح افواج کو جو لوگ قریب سے جانتے ہیں انہیں علم ہیں کہ یہ فوج محاذ سے ہٹنے والی فوج نہیں ——— اب یہ الگ بات کہ ہماری وزارت خارجہ کو اتنی بھی توفیق نہ ہو پائی کہ اپنی افواج کے دفاع میں کسی معمولی سے اہلکار سے دو حرفی بیان ہی دلوا دیں۔

استعماری قوتوں کے زیر اثر شائع ہونے والے اخبارات و جرائد تو پاکستان کی مسلح افواج کے خلاف زہر اگل ہی رہے تھے طرف تماشا اس وقت شروع ہوا جب حکومت کے ہاں نمبر ٹانکنے کے لئے چند پاکستانی اخبارات بھی اسی ڈگر پر چل نکلے۔

کسی نے پاک فوج کو "بیمار فوج" لکھا۔ کسی نے بحریہ کی آبدوزوں کو "سست رفتار" کہنا شروع کر دیا، کسی کے نزدیک فضائیہ میں Gaps پیدا ہو گئے اور کوئی یہ کہنے میں مصروف ہو گیا کہ اعلان واشنگٹن نے پاکستان کی مسلح افواج کو تباہی سے بچا لیا۔

31 جولائی 1999ء کو "نیشن" میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں اکرام سہگل نے تو انتہا ہی کر دی اور عجیب و غریب قسم کے سوالات اٹھائے:

allurdupdfnovels.blogspot.com

کرگل آپریشن کن مقاصد کے تحت شروع ہوا؟

وزیراعظم سے اس کی اجازت کیوں نہیں لی گئی؟

یہ آپریشن کس نے شروع کیا؟

آئی۔ ایس۔ پی۔ آر نے حکومتی موقف کے خلاف بیانات کیوں دیئے؟ گویا وہ سارے مسئلے کی ذمہ داری فوجی قیادت پر ڈالنی کی مذموم کوشش میں مصروف تھے۔ حالانک آرمی چیف اس بات کی وضاحت کر چکے تھے اکرام سہگل کا مسئلہ کچھ اور تھا' اکرام سہگل 1971ء میں مشرقی پاکستان میں کیپٹن کی حیثیت سے تعینات تھے جہاں انہیں مکتی باہنی سے تعلقات کی وجہ سے فوج سے نکال دیا گیا۔ وہ بعد میں سفارشوں کے طفیل کورٹ مارشل سے تو بچ گئے لیکن ان کے دل و دماغ میں فوج کے خلاف جو زہر بھرا ہوا تھا وہ ختم نہ ہو سکا۔

پاک آرمی کے خلاف زہر اگلنے والے صرف اکرام سہگل ہی نہ تھے بلکہ اچھے خاصے بزعم خود مجاہد قسم کے صحافی بھی اس نادانستہ طور پر اس مہم کا حصہ بنے پائے گئے ہم ان کے لئے دعائے خیر ہی کر سکتے ہیں۔ اللہ انہیں نظریاتی صحافت کا شعور بخشے اور وہ اچھے بھلے کی تمیز کر سکیں کیونکہ مغربی ممالک تو ایک منصوبے کے تحت ہماری مسلح افواج پر کیچڑ اچھالتے رہتے ہیں۔ پاک افواج کے خلاف یہ ممالک کتنی منصوبہ بندی سے کام کر رہے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف کرگل تنازعہ کے دنوں میں ڈس انفارمیشن پھیلانے کے لئے 97 ویب سائٹس کام کر رہی تھیں جنمیں سے معروف انگریزی ہفت روزہ ایشیاء ویک کی ویب سائٹ' بھارت کی ویب سائٹ ریڈف (Rediff) اور امریکہ کی پاکستان لنک (PakistanLink) خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنہوں نے اس دوران یہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی کہ پاکستان میں حکومتیں برائے نام ہوتی ہیں اور سارا کنٹرول آرمی کے پاس ہوتا ہے پاکستان آرمی ایک غیرذمہ دار فوج ہے اس لئے برصغیر ایٹمی جنگ کے دہانے پر کھڑا ہے۔ پاک آرمی کو جنونی قرار دیتے ہوئے ایٹمی جنگ کا واویلا مچانے میں لاس اینجلس سے کنٹرول کی جانے والی ویب سائٹ پاکستان لنک سرفہرست تھی لیکن ہماری طرف سے اس محاذ پر جواب دینے والا ہی کوئی نہ تھا۔ ہم محض اس بات پر بغلیں مار رہے تھے کہ بھارت نے پی ٹی وی کی نشریات پر پابندی لگ دی ہیں پس ثابت ہوا کہ پی ٹی وی بڑا کام کر رہا ہے۔

پاک افواج کے خلاف دشمن کا پراپیگنڈہ روزبروز زور پکڑتا جا رہا ہے امریکہ بات بات پر ہماری افواج کو مشق ستم کا نشانہ بناتا ہے لیکن اسے اپنی فوج کے کرتوت نظر نہیں آتے۔ حال ہی میں کولمبیا میں منشیات کے خلاف آپریشن کا نگران امریکی کرنل جمیز ہائٹ کوکین کی سمگلنگ کے الزام میں وہاں سے واپس بلایا جا چکا ہے اور اس کی بیوی لاری ہائیٹ پر امریکی کی ایسٹرن ڈسٹرکٹ کورٹ نیویارک میں مقدمہ چل رہا ہے لیکن امریکی پریس اس کے بارے میں مکمل طور پر خاموش ہے کیونکہ اسے اپنی ترجیحات اور سامراجی مفادات کا بخوبی اندازہ ہے لیکن ہمارے ہاں یہ فکر اور سوچ ابھی پروان نہیں چڑھ سکی کہ ہم بھی اپنے مفادات پر ڈٹ کر کھڑے ہونا سیکھیں۔

پاکستان کی مسلح افواج کے خلاف امریکہ صرف پراپیگنڈے کا ہتھیار ہی استعمال نہیں کر رہا بلکہ اس کے چند اور مقاصد بھی ہیں جن کی راہ میں حائل ہونا ہمارا ملی فریضہ ہے۔

1۔ ڈی اسلامائزیشن

پاکستان کی مسلح افواج کا اسلام کے ساتھ قلبی لگاؤ امریکہ کے لئے ناقابل قبول ہے۔ وہ بڑے عرصے سے کوشاں ہے کہ مسلح افواج سے ان کی نظریاتی اساس چھین کر انہیں محض ایک پروفیشنل آرمی میں بدل دے تاکہ اس کے لئے ان کی صفوں میں سرایت کرنا آسان ہو سکے۔ خود امریکی اسسٹنٹ سیکرٹری آف سٹیٹ کارل انڈر فرتھ نے یہ بات تسلیم کی ہ کہ امریکہ کی خواہش ہے پاکستانی افواج مغربی طرز پر تشکیل پائیں نہ کہ طالبان کی طرز پر اور اس کے لئے پاکستانی دستوں کو امریکہ میں تربیت دینے کے

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

انتظامات کئے جا رہے ہیں ـــــ لیکن امریکہ اپنی اس خواہش میں فی الوقت کامیاب نہیں ہو سکا اور کرگل کے برفزار اس بات کے گواہ ہیں کہ پاک آرمی کے دلوں میں آج بھی جذبہ جہاد اور شوق شہادت زندہ ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی افواج کو مغرب کی طرف سے مسلط کردہ سیکولرازم کی یلغار سے آئندہ بھی بچائے رکھے۔

2۔ ڈی ملٹرائزیشن

امریکی منصوبہ ساز جس دوسرے پہلو پر عمل پیرا ہیں وہ ہے ڈی ملٹرائزیشن ایک طرف بھارت اپنے دفاعی بجٹ میں دھڑا دھڑ اضافہ کرتا چلا جا رہا ہے اور دوسری طرف ہمارے وزیراعظم کہہ رہے ہیں کہ ہم کب تک بچوں کے منہ سے نوالے چھین کر توپوں کے گولے خریدتے رہیں گے۔

مجھے کہنے دیجئے حکومت ڈی ملٹرائزیشن پر عمل پیرا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے قدم یہیں روک دیئے جائیں۔ پاکستان کی مسلح افواج کی تعداد یا استطاعت کو کم کرنا بہت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

(A New U.S. Policy towards India and Pakistan.) میں رچرڈ۔ این۔ ہیس لکھتا ہے "امریکہ چاہے گا کہ پاکستان اپنی افواج کی تعداد میں کمی کر دے"

امریکہ کے اشارے پر اس قسم کی باتیں سننے میں آ رہی ہیں کہ اب ہم ایٹم بم بنا کر ملکی دفاع ناقابل تسخیر بنا چکے ہیں اس لئے روایتی ہتھیاروں اور افواج کی تعداد میں اضافہ کرنے کی بجائے معیشت پر توجہ دینی چاہئے۔

یہ بات بالکل غلط ہے کہ ایٹم بم بنا کر ہم محفوظ ہو گئے ہیں اور ہمیں روایتی افواج کم کر دینی چاہئیں۔ جنگ تو روایتی ہتھیاروں سے ہی لڑی جاتی ہے ایٹم بم تو شاذ و نادر ہی استعمال ہوتا ہے۔ یہ تو ایک ڈیٹرنٹ ہوتا ہے۔ اگر کوئی روزانہ آپ کے شہروں پر بمباری کرتا رہے۔ آپ کی آبادیوں پر آتش و آہن برسانے لگے اور آپ کے غیر مسلح طیارے کو مار گرائے تو آپ کیا کریں گے؟ کیا آپ اس پر ایٹم بم مار گرائیں گے؟

ہرگز نہیں

ہمیں آپشن کھلے رکھنا ہوں گے۔ ہم اسلحہ استعمال کریں نہ کریں یہ دوسری بات ہے لیکن ہمارے اسلحہ خانے خالی نہیں ہونے چاہیں۔ طاقت ہی امن کی واحد ضامن ہے اور ہمیں اس ضمانت سے محروم ہو کر قصہ پارینہ بننا گوارا نہیں۔

الحمدللہ ہماری افواج کی اپنی شناخت اور اپنے تشخص کے تحفظ کا مکمل ادراک ہے اور مغربی گماشتے عوام کو اپنی بہادر افواج سے بدظن نہیں کر سکتے عوام اپنی افواج پر اندھا اعتماد کرتی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائیں۔ پراپیگنڈے کا جواب صرف پراپیگنڈے سے ممکن ہوتا ہے اور اس مقصد کے لئے حکومت کو سرگرم ہونا ہو گا۔ حکومتی وسائل ذاتی پروجیکشن میں صرف کرنے کی بجائے ملی اور قومی اہداف پر صرف کرنا چاہئیں۔ ہمیں اپنی افواج پر فخر ہے ہم ان کے خلاف کوئی غلط بات برداشت نہیں کر سکتے۔

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

باب 6

منحوس ٹرائیکا

جب ہم تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے اپنے گردوپیش وقوع پذیر حالات کے تناظر میں چیزوں کو دیکھتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ امریکہ نے بھارت کو محض کرگل کے مسئلہ پر ہی اپنی سرپرستی سے نہیں نوازا بلکہ شروع روز سے اس کے مفادات کا غیر اعلانیہ محافظ بنا رہا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ نہ صرف امریکہ بلکہ اسرائیل بھی بھارت کو اپنے مکمل تعاون سے نواز تا رہا ہے اور اب تو یہ تعاون ایک ایسی منحوس تکون بن چکی ہے کہ عملی معنوں میں سرحدوں کا تصور مٹ گیا ہے اور یہ ممالک "یک جان تین قالب" کی عملی تفسیر پیش کر رہے ہیں۔

زیر نظر سطور میں ہم تینوں ممالک کے تعلقات کی نوعیت پر بات کریں گے اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم امریکہ بھارت گٹھ جوڑ کا جائزہ لیتے ہیں۔

(i) امریکہ بھارت تعلقات

امریکہ بھارت تعلقات کا آغاز 1955ء سے ہوتا ہے جب بھارت نے امریکہ اور کینیڈا سے جوہری ٹیکنالوجی اور مواد حاصل کی۔ اس امداد کو امریکہ نے "ایٹم برائے امن پروگرام" کا جھوٹا نعرہ دے کر گویا اپنے غیر اخلاقی فعل کا ایک جواز پیدا کر لیا۔

اس بات کے ناقابل تردید ثبوت موجود ہیں کہ 1962ء میں چین پر بھارت کی

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

طرف سے کیا جانے والا حملہ دراصل امریکہ صدر جان۔ ایف۔ کینیڈی کے اشارے پر ہوا تھا جس میں بھارت کو عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی موقع پر چین نے پاکستان کو کشمیر پر حملے کا مشورہ دیا مگر افسوس کہ پاکستان امریکی دباؤ کا شکار ہو گیا اور ہم نے آزادی کشمیر کا ایک نادر موقع گنوا دیا۔ دوسری طرف امریکہ نے خود بھارت کی دفاعی امداد بڑھا دی جس میں آج تک اضافے پہ اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اکتوبر 1964ء میں بھارتی امداد کو مزید وسعت اس وقت ملی جب امریکہ کی ملی بھگت سے تاراپور کے ایٹمی ری ایکٹر پر کام شروع ہوا۔ امریکہ کے جوہری کمیشن نے آغاز کار کے لئے 14.5 ملین ڈالر مایت کا ابتدائی افزودہ یورینیم فراہم کیا۔ یہ بات بھی اب ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ تاراپور کا ایٹم پاور سٹیشن' فلاڈلفیا کی کلیجان کارپوریشن' واشنگٹن کی نیوکلیر یوٹیلٹی سروس اور امریکہ کی دفاعی تعمیرات کی مشہور فرم بیچٹل کارپوریشن کے عملی تعاون سے قائم ہوا جس کے لئے امریکہ نے 80 ملین ڈالر کی امداد فراہم کی۔

ایک طرف امریکہ نے بھارت کے اندر ایٹمی مشین قائم کرنے میں اس کی طرح کی مالی اور فنی مدد کی اور دوسری طرف بھارتی سائنسدانوں کو اپنے ہاں بڑے پیمانے پر تربیت کے لئے بلوا بھیجا۔ بھارت کے نیوکلیر سائنسدان ڈاکٹر عبدالکلام یہ بات تسلیم کر چکے ہیں کہ انہوں نے ایٹمی پروگرام کی ترویج کے سلسلے میں جو کچھ کیا اس میں امریکہ کا بڑا اہم کردار ہے۔ ڈاکٹر عبدالکلام ایک بڑا عرصہ امریکہ میں رہے جہاں انہوں نے امریکی ایٹمی ٹیکنالوجی سے فیض حاصل کیا۔ ہمیں یہ جان کر سخت حیرت ہوتی ہے کہ وہ امریکہ جو ایٹمی عدم پھیلاؤ کا سب سے بڑا داعی ہے اور جس کے پیٹ میں محض الٹے مروڑ اٹھنا شروع ہو جاتے ہیں کہ عرب ریاست کا ایک ولی عہد چاغی کا پہاڑ دیکھنے کی خواہش کرتا ہے 1970ء سے 1980ء تک خود بھارت کو بڑے پیمانے پر یہ ٹیکنالوجی منتقل کرتا رہا ہے۔ اس عرصے میں بھارت کو ایٹمی پروگرام میں بڑی حد تک خود کفیل بنانے کے لئے اس کے 1100 ایٹمی سائنسدانوں کو امریکہ بلا کر جدید ٹیکنالوجی سے

allurdupdfnovels.blogspot.com

متعارف کرایا گیا اور مستقبل کی پلاننگ کے تناظر میں جدید خطوط پر ان کی تربیت کی گئی۔

خود امریکہ ذرائع جن میں کارلیگی فاؤنڈیشن کی رپورٹوں سے لے کر کانگریس کی ڈیفنس اور انٹیلی جنیس کی اطلاعات' اخباری مضامین اور تحقیقی مقالہ جات شامل ہیں۔ پچھلے پندرہ سالوں سے باربار یہ اطلاع دے رہے ہیں کہ بھارت کے پاس 455 ایٹم بنانے کا مواد موجود ہے لیکن امریکی اداروں نے اس پر کوئی ایکشن نہیں لیا بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ امریکہ نے ہر موقع پر بھارت کو ہلا شیری دی ہے۔ ماضی میں جب بھارت نے پوکھران میں دھماکے کئے تو امریکہ نے دھماکوں سے قبل 150 ٹن یورینیم مہیا کیا۔ یہ عنایت جب دنیا کی نگاہوں سے چھپی نہ رہ سکی اور چین سمیت کئی ممالک نے اس پر ناراضگی اور غم و غصے کا اظہار کیا تو دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے بھارت کو مزید کسی بھی قسم کے دفاعی تعاون پر پابندی لگا دی گئی لیکن حقیقت میں یہ ناجائز تعلقات کتم نہ ہو سکے جس کا واضح ثبوت اس وقت دیکھنے کو ملا جب تھوڑے ہی عرصے بعد امریکہ نے بھارت کو مزید 90 ٹن یورینیم مہیا کر دیا۔

امریک کے بھارت نواز رویے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مارچ 1978ء میں کانگریس نے ایٹمی عدم پھیلاؤ کا قانون منظور کیا جس کے تحت پاکستان پر پابندیاں لگا دی گئیں لیکن بھارت پر ان پابندیوں کا کوئی اطلاق نہیں کیا گیا۔ اسی سال صدر جمی کارٹر جب بھارت گئے تو مراج جی ڈیسائی نے مزید جوہری رسد کا مطالبہ کر دیا جس پر صدر نے ان کو یقین دلایا کہ ان کا مطالبہ مان لیا جائے گا کیونکہ امریکہ بھارت کو ہر قیمت پر خوش رکھنا چاہتا ہے۔ ان کے الفاظ تھے۔

"We think twice before we incur the disapproval of India."

اور پھر دنیا نے دیکھا کہ کانگریس کا ایٹمی عدم پھیلاؤ کا قانون اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور جمی کارٹر نے بھارت کو مزید ساڑھے سات ٹن جوہری مواد فراہم کر دیا۔

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

مئی 1999ء میں بھارت کی طرف سے کئے جانے والے ایٹمی دھماکے بھی امریکی کی مکمل رضامندی اور آشیرباد سے ہوئے تھے۔ مئی کے پہلے ہفتے میں بھارت کے سیکرٹری خارجہ نے امریکہ کا دورہ کیا جہاں اس مسئلے پر کھل کر بات چیت ہوئی اور معاملات کو آخری شکل دی گئی۔ اس سے قبل اقوام متحدہ میں امریکی سفیر رچرڈسن نے بھارت کے موقع پر یہ بیان دیا تھا "دونوں (بھارت۔ امریکہ) کے خیالات میں جتنی ہم آہنگی اس وقت ہے پہلے کبھی نہ تھی"

اگر آنکھوں پر امریکی محبت بلکہ امریکی غلامی کی پٹی نہ بندھ چکی ہو تو اس ایک بیان میں جاننے اور سمجھنے کے لئے بہت کچھ ہے۔

جینس انٹیلی جینس ریویو کے مطابق گیارہ مئی 1998ء کو بھارت نے ایٹمی دھماکے میں جو مواد استعمال کیا وہ بھابھا اٹامک سنٹر بمبئی سے حاصل کیا۔ بھابھا اٹامک سنٹر بھی امریکہ کے تعاون سے 1992ء میں مکمل ہوا تھا جو امریک بھارت تعلقات کا ایک گھناؤنا روپ بے نقاب کرتا ہے۔

امریکہ بھارت گٹھ جوڑ کس سطح پر پہنچ چکا ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ 11 مئی 1998ء کو بھارت نے دھماکہ کیا اور 12 مئی 1998ء کو امریکی کمپنیوں نے پرتھوی اور اگنی میزائل بنانے والے اداروں کو اعلیٰ صلاحیتوں والے جدید کمپیوٹروں کا سافٹ ویر بطور تحفہ پیش کیا لیکن دوسری طرف پاکستان پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ جوابی دھماکے نہ کرے یعنی امریکہ یہ چاہتا تھا کہ پاکستان اس خطے میں بھارتی بالادستی قبول کر کے ایک باجگزار' کمزور اور بے بس ہمسائے کی حیثیت سے رہے۔

پاکستان نے اس پر احتجاج کرتے ہوئے جب یہ سوال کیا کہ ہم پر تو آپ بڑا دباؤ ڈال رہے آپ اس وقت کہاں تھے جب بھارت دھماکے کر رہا تھا تو جو جواب ملا وہ بلاشبہ اس صدی کی منافقتوں میں سے ایک عظیم ترین منافقت ہے۔ کہا گیا ہمیں بھارت کے دھماکوں کا علم ہی نہ ہو سکا جو آدمی اس خطے کو مانیٹر کر رہا تھا اسے نیند آ گئی اور یوں

allurdupdfnovels.blogspot.com

ہم بروقت صدر کو مطلع نہ کر سکے اگر ہمیں بروقت پتا چل جاتا تو صدر کلنٹن یقیناً بھارت کو اس انتہائی اقدام سے روک دیتے۔۔۔۔۔ اس جھوٹے دعوے کا پول اس وقت کھل گیا جب وزارت خارجہ کے ترجمان پی جمیز روبن نے ایک پریس بریفنگ میں نادانستہ طور پر اس بیان کی تردید کر دی۔ پہلے تو انہوں نے بھارتی تیاریوں کے بارے میں اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے یہ عذر تراشہ کہ اس وجہ سے ہم بھارت کو دھماکوں سے نہ روک سکے مگر جب یہ سوال کیا گیا جناب اس کا مطلب ہے آپ لاعلمی میں پکڑے گئے اور آپ کی ٹیکنالوجی ناکام ہو گئی تو نہ چاہتے ہوئے سچ منہ سے پھسل پڑا۔ فرمایا میرے لئے کچھ بھی کہنا مشکل ہے میں صرف نو کمنٹس کہنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

امریکہ کے اس دوغلے رویے کی ایک واضح مثال امریکی اعلیٰ عہدیدار کی سابق صدر ضیاء الحق مرحوم سے ہونے والی ایک گفتگو ہے۔ جب وہ صدر کے پرزور دلائل کا سامنا نہ کر سکا تو اندرونی خباثت باہر آ گئی۔۔۔ بولا

"India has the facilities and we cannot do anything about it. But Mr. President, you don't have the capability yet. And America is not going to let you possess it."

یہ الگ بات کہ فیصلہ امریکہ کو نہیں بلکہ کاتب تقدیر کو کرنا تھا اور وہ فیصلہ 28 مئی 1998ء کو ایک عالم نے سنا۔

امریکہ بھارت گٹھ جوڑ کے ان گنت شواہد ہیں لیکن ہم آخر میں سابق امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر کے ایک انٹرویو سے چند اقتباسات دے کر بحث سمیٹتے ہیں۔ یہ وہی صاحب ہیں جنہوں نے ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کو ایٹمی پروگرام کا سودا نہ کرنے پر عبرتناک مثال بنا دینے کی دھمکی دی تھی۔ یہ انٹرویو انڈیا ٹوڈے میں 30 نومبر 1995ء کو شائع ہوا تھا۔

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

سوال= کیا آپ کے خیال میں امریکہ اور بھارت کے درمیان مشترکہ سٹریٹجک مفادات ہیں؟

جواب= مجھے نہیں معلوم آپ سٹریٹجک کی کیا تعریف کرتے ہیں۔ یقیناً ہم دونوں کا مفاد اسی میں ہے کہ اسلامی ریاست میں اسلامی بنیاد پرستی کو غالب قوت بننے سے روکا جائے۔

سوال= کیا آپ کے خیال میں دونوں ممالک میں دفاعی امور پر تعاون ہو گا؟

جواب= میری رائے میں ایسا ہونا چاہئے۔ جنوری میں ہمارے چیف آف سٹاف یہاں آ رہے ہیں۔ میں یقیناً اس دورے کو خوشگوار قرار دوں گا۔

(i) بھارت اسرائیل تعلقات

بھارت کے سرپرستوں میں امریکہ کے بعد اسرائیل کا نمبر آتا ہے۔ 1948ء میں اسرائیل کے قیام کے محض 2 سال بعد بھارت میں اسرائیل سفارت خانہ کھولا گیا اور یوں ہنود و یہود تعلقات کی ابتداء ہوئی۔ آنے والے دنوں میں یہ تعلقات اتنی تیزی سے پروان چڑھے کہ 1962ء میں دونوں ممالک نے ایٹمی میدان میں تعاون کا معاہدہ کر لیا۔ اس سلسلے میں اسرائیل کے ایٹمی توانائی کمیشن کے چیئرمین مسٹر برگمان نے بھارت کے متعدد دورے کئے۔ ٹھیک ایک سال بعد معاہدے کو مزید وسعت دی گئی۔ اب کی بار بھارت نے اسرائیل سے درخواست کی کہ محض ایٹمی تعاون ہمارے مشترکہ مفادات کے حصول کی لئے کافی نہیں لہٰذا اسرائیل بھارت کو روایتی اسلحہ فراہم کرے اور ساتھ ہی بھارتی افواج کی تربیت کا بھی انتظام کرے۔ یہ درخواست فوراً منظور کر لی گئی۔ اپریل 1963ء میں اسرائیل کے جنرل شانیٹل اور بھارت کے چیف آف سٹاف جنرل جی این چوہدری کے درمیان بھارت میں طویل مذاکرات ہوئے۔ جن کے نتیجے میں دو اعلیٰ یہودی افسران کو بھارتی وزارت دفاع میں متعین کر دیا گیا۔ ان کے نام شیرن ڈیوڈ اور ابراہیم میسن تھے۔ بھارتی فوج کی تربیت کے لئے بھی چند جنرل بھیجے گئے۔ 1971ء کی جنگ میں جب پاکستان کو شکست سے دوچار ہونا پڑا تو ان میں سے ایک صاحب منظر عام پر آئے۔ ان کا نام جنرل جیکب تھا۔ کہا جاتا ہے کہ مشرقی

allurdupdfnovels.blogspot.com

پاکستان پر حملہ اس کے بنائے ہوئے منصوبہ کے نتیجے میں عمل میں آیا اور معتبر ذرائع کے مطابق یہ جنرل بھارت کی مشرقی کمان کے چیف آف سٹاف کے عہدے پر متعین تھا اور ڈھاکہ میں ہتھیار ڈالے جانے کے موقع پر جنرل اروڑہ کے ساتھ موجود تھا۔

یہ 60ء کے عشرے کی بات ہے بھارتی ہیڈکوارٹر کے ڈائرکٹوریٹ آف ویپن اینڈ ایکوپمنٹ کی طرف سے برگیڈئر ایس این انیسا کے دستخط سے جاری کی گیا ایک خط منظرعام پر آگیا اور عرب اخبار "الہدف" نے 17 دسمبر 1963ء کو اسے شائع کر کے بھارت کو بے نقاب کر دیا۔ اس خط میں بھارت نے اسرائیل سے اسلحہ مانگا تھا اور اس کے جواب میں اسے بھاری اسلحہ فراہم کیا گیا جس میں 50 بھاری مارٹر توپیں بھی شامل تھیں۔ یہ خط یکم اپریل 1963ء کو بھیجا گیا تھا اور اس کا نمبر 3۔ای ڈبلیو / سی ایم / 94653 تھا۔ اس خط کے منظرعام پر آتے ہی عرب دنیا میں ایک شور مچ گیا۔ 17 دسمبر 1963ء کو "الہدف" نے اس پر ایک اداریہ لکھا۔

"اگرچہ بھارت کے ترجمان اور سفارت خانے اسرائیل کے ساتھ بھارت کے قریبی تعلقات کی تردید کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تاہم حقیقت یہ ہے کہ بھارت اور اسرائیل انتہائی گہرے تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں وزارت دفاع کے اس خط کے بعد جس میں بھارت نے 1963ء تک ایک لاکھ سے زیادہ بم خریدے اور بھاری تعداد میں ہلکے ہتھیار اور گولہ بارود حاصل کرنے کے لے اعداد و شمار دیئے تھے اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے۔

اس سے پہلے کی اطلاعات کے مطابق بھارت نے اسرائیل سے بڑی تعداد میں سٹین گنیں خریدی تھیں۔ یہ کہنے میں کوئی مشکل نہیں ہونی چاہئے کہ اسرائیل سے خریدنے جانے والے اسلحے اور گولہ بارود سے اسرائیل کی فوجی صنعت کو فائدہ پہنچے گا اور اس طرح اسرائیل عربوں کو اپنا محکوم بنانے میں کامیاب ہو گا ـــــ ہم بھارت کے جواب کے منتظر ہیں۔"

1963ء میں جب بھارت چین کشمکش جاری تھی' بھارت نے اسرائیل سے 31 اور 120 ملی لیٹر دہانوں کے لائٹ مارٹر بھجوانے کی درخواست کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ چونکہ عرب ممالک بھارت کی بہت بڑی تجارتی منڈی ہیں لہٰذا یہ اسلحہ کسی ایسے

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

جہاز میں بھجوایا جائے جس پر اسرائیل کا جھنڈا نہ لگا ہو۔ یہ مطالبہ من و عن تسلیم کر لیا گیا اور اسرائیلی جہاز "جارڈن" مطلوبہ اسلحہ کر بمبئی کی بندرگاہ پر پہنچ گیا۔ جہاز پر اسرائیل کا کوئی جھنڈا نہیں تھا۔

جون 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں جب فرانس نے اسرائیل کو اسلحہ فراہم کرنے پر پابندی لگائی تو اسرائیل کے بکتربند دستوں کے کمانڈر برگیڈیر شیرون نے فرانسیسی ساخت کے جہازوں کے پرزوں کی خرید کے لئے دہلی کا دورہ کیا۔ یہ سودا سوئٹزرلینڈ کی ایک فرم کے ذریعے طے پایا اور اسلحہ کی کھیپ جس میں جہاز کے علاوہ فرانسیسی ساخت ٹینکوں کے پرزہ جات بھی شامل تھے بذریعہ یونان اسرائیل پہنچی ـــــ پھر جب یہودی فوجیں کامیاب ہو گئیں تو بھارت کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بھارت کے وزیر دفاع سورن سنگھ نے لوک سبھا میں بیان دیتے ہوئے کہا:

"بھارت اسرائیل کی مسلح افواج کے کارناموں سے بے حد متاثر ہے ہم یہ جاننے کی خواہش رکھتے ہیں کہ اسرائیل نے کس طرح 24 گھنٹوں کے اندر ہی اپنی افواج کو حرکت میں لا کر یہ کارنامہ انجام دیا اور مثبت نتائج حاصل کر لئے۔"

اس کے چند ماہ بعد بھارت کی پارلیمانی دفاعی کمیٹی کے بان رکن اور یوپی سے لوک سبھا کے منتخب رکن میجر رنجیت سنگھ نے اسرائیل کا دورہ کیا اور اس دورے کے بعد یہ تجویز پیش کی کہ بھارت کو پاکستان اور چین کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے اسرائیل کے دفاعی منصوبوں پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔

ٹائمز آف انڈیا بمبئی نے 13 ستمبر 1967ء کی اشاعت میں میجر رنجیت سنگھ کا بیان شائع کیا جس میں میجر نے کہا کہ مسٹر موشی دایان نے بھارت کی پاکستان کے خلاف 1965ء کی جنگ کے دوران منصوبہ بندی کا بغور مطالعہ کیا اور بھارت کی کئی جنگی چالوں سے استفادہ کیا۔

1970ء کے اوائل کی بات ہے۔ بھارت کے 11 جہازوں پر مشتمل ایک جنگی وفد قبرص کے راستے اسرائیل پہنچا۔ اس دورے کو بھارت نے اپنے طور پر چھپانے کی

allurdupdfnovels.blogspot.com

پوری کوشش کی تھی مگر کہیں سے یہ معمولات "گھانا پوسٹ" کو مل گئیں اور اس نے انہیں اپنی 20 مئی 1970ء کے شمارے میں شائع کر کے بھارت اسرائیل تعلقات کو بے نقاب کر دیا۔ تاہم عرب ممالک کی تمامتر چیخ و پکار کے باوجود بھارت اپنی روش سے باز نہ آیا اور اسرائیل بھی بھارت کی بھرپور مدد کرتا رہا۔

اکتوبر 1971ء میں اسرائیل بحریہ اور فضائیہ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد دہلی آیا اور دفاعی سمجھوتوں پر دستخط کئے گئے جن کی روشنی میں بعدازاں اسرائیل سے بھارت کو مکمل سپورٹ کیا۔ انہی دنوں بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی اور اسرائیل کے مسٹر البالبان کی یورپ میں ملاقات ہوئی جس میں ایک معاہدے کے تحت مشرقی پاکستان شورش بپا کرنے کے لئے مکتی باہنی پر اٹھنے والے تمام اخراجات اسرائیل نے اپنے ذمے لے لئے بعدازاں کلکتہ کے گورنمنٹ ہاؤس میں بننے والی بنگلہ دیش حکومت کو بھی اسرائیل نے بڑے پیمانے پر امداد فراہم کی۔

بھارت اسرائیل تعلقات کی گہرائی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ 1976ء کی عرب اسرائیل جنگ کے دوران بھارت کا بحری جہاز "پوتی جینتی" اسرائیل کی گولہ باری کا نشانہ بن گیا لیکن بھارت نے اس واقعہ پر مکمل خاموشی اختیار کر لی اور جہاز کے بچ جانے والے کپتان کو اس مسئلہ پر گفتگو سے منع کر دیا کیونکہ بات بڑھنے کی صورت میں بھارت کو جواب دینا پڑتا کہ اس کا جہاز وہاں کیا لینے گیا تھا۔

بھارت نے مئی 1998ء میں جو دھماکے کئے ان میں فائرنگ سسٹم اسرائیل کی طرف سے فراہم کیا گیا تھا جس کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک وقت میں متعدد دھماکوں کو ممکن بنا سکتا ہے۔

ماضی میں کئی موڑ آئے جب پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نشانہ بنانے کے لئے اسرائیلی طیاروں کو بھارت نے مکمل تعاون پیش کرتے ہوئے اپنے ایئرپورٹس ان کے لئے کھول دیئے لیکن 1998ء میں تو وادی کشمیر میں اسرائیلی کمانڈوز اور جموں میں اسرائیل فائٹر طیاروں کی موجودگی سے صورتحال انتہائی سنگین ہو گئی اور جناب مشاہد

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

حسین سید کو پہلی مرتبہ حکومتی سطح پر اس بات پر احتجاج کرنا پڑا۔

(iii) امریکہ اسرائیل تعلقات

یہ 1886ء کے وسط کی بات ہے جب یہودیوں کی عالمی تنظیم (I.Z.O) اور ملکہ برطانیہ کے درمیان خفیہ معاہدہ ہوا۔

معاہدہ کے مطابق دنیا بھر میں پھیلے ہوئے یہودیوں کو ملکہ وکٹوریہ سے وفاداری کا دم بھرتے ہوئے سلطنت برطانیہ کے مفادات کے لئے کام کرنا تھا اور جواب میں سلطنت برطانیہ نے گریٹر اسرائیل کے قیام میں نہ صرف یہودیوں کی سرپرستی کرنا تھی بلکہ ہر قسم کی مالی امداد بھی فراہم کرنا تھی۔

اب ہوا یہ کہ معاہدے کے محض 15 سال بعد 1901ء میں ملکہ کا انتقال ہو گیا اور برطانوی حکومت کے بارے میں خیال پیدا ہونے لگا کہ شاید وہ اس معاہدے سے دستبردار ہو جائے ——— اور حکومت برطانیہ نے اس ضمن میں خاصی سرد مہری کا مظاہرہ بھی کیا۔ یہودیوں کو اپنے مفادات خطرے میں نظر آئے تو انہوں نے ایک نے نیا پتہ پھینکا۔

جرمنی کے اہم اور کلیدی عہدوں پر یہودیوں کا قبضہ تھا۔ انہوں نے برطانیہ کو باور کرایا کہ اگر وہ یہودیوں سے کئے گئے وعدوں کی پاسداری کرے تو وہ جرمنی کو اندر سے تباہ کر سکتے ہیں تب حکومت برطانیہ نے اس تجویز کو سنجیدگی سے نہیں لیا لیکن جونہی جنگ عظیم اول شروع ہوئی تو برطانیہ کو یہودیوں کی اہمیت محسوس ہوئی اور اس نے International Zionist organization کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔

چونکہ جرمنی کا معاشی نظام یہودیوں کے ہاتھ میں تھا اس لئے جونہی انہوں نے جرمنی سے اپنا سرمایہ نکالا تو جرمن معاشرہ دھڑام سے زمین بوس ہو گیا۔ اقتصادی بحران کا شکار جرمنی جلد ہی عسکری محاذ پر بھی پسپا ہو گیا اور اسے عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

جواب آں غزل کی طور پر برطانیہ کی سرپرستی میں دنیا بھر سے یہودیوں کو بلا بلا کر وادی صیہون میں آباد کیا جانے لگا اور یوں "عظیم تر اسرائیل" کی جانب سفر شروع ہوا۔

یہودی برطانوی گٹھ جوڑ زیادہ دیر دنیا کی نظروں سے نہ چھپ سکا اور جرمن افواج کے سپہ سالار وانہنڈان برگ جلد ہی معاملہ کی تہہ تک پہنچ گئے یہ الگ بات ک احساس ذمہ داری یا شاید احساس ذلت نے ان کو زبان بندی پر مجبور کر دیا لیکن ہٹلر چپ نہ رہ سکا جونہی اسے معاملہ کا علم ہوا اس نے یہودیوں کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ اب یہاں ایک اور دلچسپ واقعہ نے جنم لیا۔ ہٹلر نے جتنی تعداد میں یہودیوں کو قتل کیا' IZO نے اس سے 5 گنا تعداد کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا۔ برطانیہ کی سرپرستی میں اس ڈرامے Holocast کو اتنا پروجیکٹ کیا گیا کہ دنیا اسے سچ سمجھنے لگی اور یہودیوں کو بین الاقوامی طور پر مظلومیت کا سرٹیفکیٹ مل گیا۔ اس مظلومیت کی آڑ میں یہودیوں نے نئی پلاننگ پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ Holocast سے متاثرہ ان "تباہ شدہ" یہودیوں نے امریکہ کا رخ کیا تو ان کو خوش آمدید کہا گیا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد جب امریکہ سپرپاور بنا تو یہودی جرمنی کی طرح وہاں اپنے جما چکے تھے۔ یہودی یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ مستقبل میں عالمی سیاست میں امریکہ کا اہم کردار ہو گا لہٰذا انہوں نے باقاعدہ پلان تیار کر کے امریکہ کے سائنس' ٹیکنالوجی' بینکنگ اور صنعتکاری کے شعبوں میں قبضہ جمانا شروع کر دیا۔ یہودی امریکہ کو کس طرح شکنجے میں لے چکے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ امریکی آبادی کا صرف 3% ہیں لیکن ہر محکمہ ان کے ہاتھوں یرغمال ہے۔

پولیس ملازمین میں 77 فیصد یہودی ہیں۔

وکلاء میں 70 فیصد یہودی ہیں۔

ڈاکٹروں میں ان کی وسط 69 فیصد ہے۔

اور سب سے اہم بات یہ کہ امریکہ کی 70 فیصد دولت ان کے پاس ہے نظام

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

بنکاری اور مالیتی اداروں پر ان کی اجاہ داری تسلیم شدہ ہے۔ یہ جب چاہیں امریکی مارکیٹ سے اپنا پیسہ نکل کر اسے معاشی لحاظ سے تباہ کر سکتے ہیں۔ امریکہ چونکہ جرمنی کا حشر دیکھ چکا ہے اس لئے وہ ان کی ناز برداریوں پر مجبور ہے۔ حد تو یہ ہے کہ جب ایک امریکی نے Invisible Government کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس میں امریکہ پر یہودیوں کے غیر اعلانیہ تسلط کے بارے میں چشم کشا انکشافات کئے گئے تو امریکہ نے اس کتاب کو ناقابل فروخت قرار دیتے ہوئے ضبط کر لیا۔

امریکہ وزیر خارجہ میڈیلین البرائٹ' وزیر دفاع ولیم کوہن' وزیر زراعت ڈان گل کیمن' وزیر خزانہ رابرٹ روبن' سی آئی اے کے سربراہ جارج ٹینٹ' وی سلامتی کونسل کے سربراہ سینڈی برجر' ڈپٹی وزیر خارجہ آئزن سٹیٹ' چیف آف ٹاف لائبرمین' اسسٹنٹ اٹارنی جنرل مسٹر کلین' قومی اقتصادی کونسل کے نائب صدر سپرلنگ' قومی اقتصادی کونسل کی سربراہ میڈم یلسن اور امریکی صدر کے معاون خصوصی جف ایلر ——— یہ سب یہودی ہیں اور "عظیم تر اسرائیل" کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اتنی مضبوط لابی کے آگے امریکی صدر مکمل طور پر بے بس ہیں ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں کہ صیہونیت کاز کے فروغ کے لئے کام کریں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہودیوں کی خوشنودی حاصل لئے بغیر اس عہدے کا حصول ہی ناممکن ہے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

باب 7

امریکہ ـــــ ثالث یا فریق

ہمارے حکمران جس امریکہ کی "نام نہاد" ثالثی پر خوشی سے پھولے نہیں سما رہے وہ ثالثی کے کسی ایک معیار پر بھی پورا نہیں اترتا۔

ثالث کو غیر جانبدار ہونا چاہئے جبکہ ہماری تاریخ کے سابقہ 50 سال اس بات کے گواہ ہیں کہ امریکہ کا واضح جھکاؤ ہر مرتبہ بھارت کی طرف رہا ہے اور پاکستان کو اس نے ہمیشہ ایک ٹشو پیپر کی طرح ستعمال کر کے پھینک دیا۔

ثالث کے لئے دوسری شرط یہ ہوتی ہے کہ اس کا ماضی اجلا' صاف اور بے داغ ہو۔ امریکہ اس معیار پر بھی پورا نہیں اترتا۔ یہ وہ واحد ملک ہے جس نے جاپان کے دو ہنستے بستے شہروں کو ایٹم بم مار کر پل بھر میں تباہ و برباد کر دیا۔ اسی سال یعنی 1945ء میں جارج مارشل نے اپنا بدنام زمانہ پلان دیا جس کے تحت امریکہ نے اپنے مفادات کی تکمیل کے لئے دہشت گردی کی منظم انداز میں سرپرستی کی اور 1948ء سے 1952ء تک 17 ممالک میں 13 بلین ڈالر تقسیم کئے۔ جون 1950ء میں امریکہ کی آشیرباد پر شمالی کوریا نے جنوبی کوریا پر حملہ کر دیا۔ شمالی کوریا کے حملے کے ساتھ ہی امریکہ نے نام نہاد مصلح اور امن پسند منصف کے روپ میں امن و سلامتی کے نام پر خطے میں اپنی فوجیں اتار کر مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے راہیں ہموار کر لیں۔

امریکی سی آئی اے نے شہنشاہ ایران کے اقتدار کی راہیں ہموار کرنے کے لئے ایران کے اندرونی معاملات میں کھلم کھلا مداخلت کی۔ یہ سی آئی اے کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ 1953ء میں وزیراعظم محمد مصدق کا تختہ الٹ دیا گیا اور شہنشاہ ایران نے وطن واپس آ کر اقتدار سنبھال لیا۔

1960ء کی دہائی کے اوائل میں امریکہ نے تمام بین الاقوامی اصولوں کی دھجیاں اڑاتے ہوئے ویت نام میں اپنی فوجیں داخل کر دیں ـــــ یہ الگ بات کہ الم ناک انجام سے دوچار ہونے کے بعد 1968ء میں اس نے ذلت آمیز پسپائی اختیار کر لی۔

لیبیا نے امریکی ڈکٹیشن قبول کرنے سے انکار کر دیا تو 1986ء میں امریکہ نے یہ الزام لگا دیا کہ لیبیا دہشت گردوں کی سرپرستی کر رہا ہے اور پھر خود ہی منصف بن کر لیبیا کے خلاف فیصلہ کرتے ہوئے بن غازی اور تریپو پر بمباری کا وحشیانہ قدم بھی اٹھا لیا۔

1992ء میں امریکہ صومالیہ میں جا گھسا۔ اس نے آپریشن "ریسٹور ہوپ" کے تحت وہاں 28 ہزار فوجی اتار دیئے۔ بعد ازاں جب 30 لاشیں موصول ہوئیں تو دم دبا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

21 اگست 98ء کو اس نے بغیر کسی جواز کے افغانستان پر میزائلوں سے حملہ کر دیا حالانکہ طالبان حکومت بارہا اسے دعوت دے چکی تھی کہ وہ اسامہ کے مجرم ہونے کا کوئی ثبوت پیش کرے لیکن امریکہ خود ہی مدعی تھا اور خود ہی مصنف کا کردار بھی ادا کرنے پر بضد تھا۔

خلیج میں بھی امریکی افواج کی موجودگی کا کوئی اخلاقی جواز نہیں۔ امن کے نام پر اس کی غاصب افواج وہاں غیر اعلانیہ قبضہ کئے ہوئے ہیں اور اس نے وہاں خلیج کی کل فضائی قوت سے 6 گنا زیادہ طاقت اکٹھی کی ہوئی ہے جب اسامہ بن لادن نے اس کے خلاف آواز اٹھائی تو اسے دہشت گرد قرار دیا گیا یعنی امریکہ ایک ایسا شیطان بن چکا ہے جو اپنے مفادات کے لئے قوموں کی زندگیوں میں زہر گھول رہا ہے ـــــ یہ ثالثی کے دوسرے معیار پر بھی پورا نہیں اترتا۔

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

allurdupdfnovels.blogspot.com

ثالث کے لئے تیسری شرط یہ ہوتی ہے کہ متعلقہ مسئلہ سے اس کا مفاد نہ وابستہ ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مسئلہ کشمیر کے ساتھ امریکہ کا براہ راست مفاد وابستہ ہے۔ امریکی خود کہہ چکے ہیں ان کی آئندہ حکمت عملی کا پورا ارتکاز ایشیاء پر ہو گا۔

کشمیر میں امریکہ کی دلچسپی کی تین وجوہات ہیں۔

(i) چین

کشمیر کا محل وقوع ایسا ہے کہ اسمیں بیٹھ کر چین کے دو خطوں تبت اور سنکیانگ کو چین کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چین کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ 2005ء تک عالمی قوت کا روپ دھار لے گا۔ امریکہ اس قوت کے آگے بند باندھنا چاہتا ہے۔ امریکہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ وہ براہ راست چین پر حملہ نہیں کر سکتا اس لئے امریکہ چین کو کسی اور طریقے سے الجھانا چاہتا ہے اسے چین کی اقتصادی ترقی' سیاسی اثر و رسوخ' ادائیگیوں کا توازن' ہانگ کانگ پر دوبارہ کنٹرول اور طویل المیعاد پالیسیاں ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔ اب دنیا میں صرف کشمیر ہی ایک ایسا مقام ہے جہاں سے چین پر نظر رکھی جا سکتی ہے۔ صحرائے گوبی کے جنوب میں Lop Nor کا مقام چین کے ایٹمی تجربات کرنے کی جگہ ہے یہیں اس کا خلائی سٹیشن بھی واقع ہے اس مقام کو زد میں لانے اور سپیس لانچنگ پروگرام کی مانیٹرنگ کے لئے لداخ سب سے آئیڈیل جگہ ہے۔ امریکہ اس کمزور پہلو سے چین پر وار کرنا چاہتا ہے۔

(ii) "Consumer Market" پر اجارہ داری

کشمیر میں امریکی دلچسپی کی ایک اور وجہ بھی ہے اور یہ ہے بھارت کی Consumer Market پر اجاہ راداری کی خواہش۔ امریکہ نے بڑا عرصہ اسلحہ کی منڈی پر اجاراہ داری قائم رکھی مگر اب اسلحے کی صنعت مندی جا رہی ہے۔ اسلحہ کی

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

کھپت میں کمی واقع ہوئی ہے۔ ڈنگ پٹاؤ پالیسی کے تحت خلیج میں مصنوعی بحران پیدا کر کے اس نے اسلحے کی دم توڑتی صنعت میں کافی حد تک جان پیدا کر لی ہے مگر اس کے پالیسی یہ جان چکے ہیں کہ مستقبل میں کاٹھ کی یہ ہنڈیا کسی چولہے پر نہیں چڑھ سکے گی چنانچہ اب وہ اسلحے سے معشیت کی طرف لوٹنا چاہتا ہے۔ وہ بھارت کی Market Consumer پر کنٹرول کرنے کی خواہش دل میں لئے ہوئے ہے۔ اس نے اس وقت بھارت میں 25 ملین ڈالر کی انوسٹمینٹ کی ہوئی ہے بھارت میں لیبر بہت سستی ہے۔ یہاں سرمایہ کاری کے لئے امریکہ کو آئیڈیل ماحول میسر ہو گا کیونکہ بھارت کی مارکیٹ کے کریڈٹ پر 3000 ملین کی مڈل کلاس موجود ہے جن میں ابھی قوت خرید کی استطاعت باقی ہے۔ ایک سستی لیبر اور کنزیو مر مارکیٹ میں امریکی معشیت کو بہت بڑا سہارا ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ کشمیر کے مسئلہ میں اتنی پھرتی دکھا رہا تھا وہ کسی خرمست اونٹ کی طرح خیمے میں گردن گھسیڑنے کا منتظر ہے۔ یہ موقع اگر اسے فراہم کر دیا گیا تو پھر خیمے میں صرف اونٹ ہی سما سکے گا۔

(iii) اسلامی بلاک کا تدارک

کشمیر میں امریکہ کی دلچسپی کی تیسری وجہ پاکستان' افغانستان اور ایران کو کسی بھی متوقع اسلامی بلاک کی تشکیل سے روکنا ہے۔ پاکستان ایک ایٹمی قوت ہے اگرچہ فی الوقت یہ امریکہ کے حصار سے نہیں نکل سکا تاہم اس کی صورت میں امریکہ کو بہرحال ایک خطرہ نظر آ رہا ہے۔ وہ پاکستان پر اپنی گرفت ڈھیلی نہیں ہونے دینا چاہتا۔ اسے پاکستان کی جغرافیائی اہمیت کا بخوبی علم ہے۔ پاکستان اہم سمندری شاہراہ پر واقع ہے اور مڈل ایسٹ کی ریاستوں کے لئے گیٹ وے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ اسلامی دنیا کا واحد ملک ہے جسے نظریاتی قیادت میسر آ گئی تو یہ عالم اسلام کے تن مردہ میں نئی روح پھونک سکتا ہے لہٰذا وہ کشمیر میں بیٹھ کر پاکستان پر براہ راست نظر رکھنا چاہتا ہے۔

خطے میں دوسرا اسلامی ملک افغانستان ہے۔ افغانستان میں اسلامی نظام کا نفاذ

allurdupdfnovels.blogspot.com

امریکہ کو ایک آنکھ نہیں بھارہا وہ افغانستان میں تصادم کی صورتحال کو فروغ دیتے ہوئے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اسلام بطور نظام ناقابل عمل ہے۔ افغانستان کو بھی کشمیر سے کنٹرول نہیں کیا جا سکتا تو کم از کم آسانی سے مداخلت ضرور کی جا سکتی ہے کشمیر سے ایران کو بھی قابو کیا جا سکتا ہے۔

امریکہ کو خطرہ ہے کہ اس علاقے میں پاکستان ایران اور افغانستان کی صورت میں کوئی بلاک بن گیا بالخصوص اس تناظر میں کہ اس کو بھرپور تعاون دینے کے لئے چین موجود ہو تو خطے سے اس کے مفادات کی چھٹی ہو جائے گی چنانچہ وہ ان متوقع خطرات کے تدارک کے لئے کشمیر میں گھسنا چاہتا ہے تاکہ اس خطے میں ہونے والی معمولی سے معمولی تبدیلی اس کی نظر میں ہو اور وہ موثر طور پر اپنے ایجنٹوں کو فعال کر کے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی راہ میں رکاوٹ ڈال سکے۔

یہ وہ تین مفادات ہیں جن کے حصول کے لئے کشمیر امریکہ کے لئے ایک ناگزیر شے کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ امریکہ کے کشمیر میں وسیع المدتی مفادات ہیں جن کی روشنی میں' میں پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ مسئلہ کشمیر میں امریکہ بذات خود ایک فریق ہے جو ثالثی کر ہی نہیں سکتا اور ستم ظریفی حالات نے اگر ہمیں کبھی اس موڑ پر لا کھڑا کیا کہ ہمیں اس کی ثالثی منظور کرنا پڑی تو یہ ثالثی نہیں بندر بانٹ ہو گی جس میں سب سے پہلے امریکہ کا مفادات ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔ امریکی مفادات کے تحفظ کی خاطر بھارت کو تھوڑا سا ریلیف ملے گا اور رہ گئے ہم ——— تو ہمارے ساتھ (خوانخواستہ) وہی ہو گا جو دنیا کمزوروں کے ساتھ کرتی آئی ہے۔

امریکہ کا پلان ——— نیا خطرہ

امریکہ کشمیر میں گھسنا ضرور چاہتا ہے لیکن ابھی حالات اس کے لئے سازگار نہیں علاقے میں جہاد کی تحریک چل رہی ہے' گوریلا جنگ لڑی جا رہی ہے اور ان حالات میں امریکہ Physically وہاں نہیں آئے گا۔ اسے ویت نام کا تجربہ ہو چکا ہے' صومالیہ میں بھی تلخ تجربات اٹھانے پڑے ہیں پھر ابھی وہ خلیج میں الجھا ہوا ہے لہٰذا اس وقت

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

حالات اس کے لئے سازگار نہیں۔

وہ حالات کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال رہا ہے۔ اعلان واشنگٹن اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ سلسلہ کافی پرانا ہے۔ وہ پاکستان اور کشمیریوں کے درمیان بداعتمادی اور بے زاری کا رویہ پروان چڑھانا چاہتا ہے۔ 1965ء میں آپریشن جبرالٹر کے بعد کشمیریوں میں غصے کے تھوڑے بہت احساسات پیدا ہوئے۔ جولائی 1965ء میں پاکستانی کمانڈوز نے راجوڑی اور پونچھ پر قبضہ کیا تو مقامی آبادی نے اپنے گھروں پر پاکستانی پرچم لہرا دیئے' کمانڈوز کے لئے بکریاں اور مرغیاں ذبح کی جانے لگیں' مساجد میں کمانڈوز کے شانہ بشانہ لڑنے کی قسمیں کھائی گئیں ——— لیکن پھر امریکی دباؤ پر سیزفائر ہوا تو کمانڈوز واپس چلے گئے۔ کمانڈوز کی واپسی کے بعد بھارتی فوج نے راجوڑی شہر سے 1400 مسلمان لڑکیاں اغواء کیں اور ان سے زبردستی شادیاں کر لیں۔ ایک باوفا شہر کو پاکستانی بے وفائی کا اتنا بڑا تاوان دینا پڑا۔ یہ لڑکیاں ہماری بہنیں تھیں ——— ہمارے وزیراعظم انہیں اپنی بیٹیاں تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن رب کعبہ کی قسم یہ ہماری بہنیں تھیں۔ آج یہ بہنیں بوڑھی ہو چکی ہیں کبھی کبھار جب وہ اپنی رشتہ داروں سے ملنے آتی ہیں تو پورا شہر سسکیوں میں ڈوب جاتا ہے۔ آہیں بھرتا ہے' لٹی عزتوں پر دو آنسو بہاتا ہے اور پاکستانی کمانڈوز کی بے وفائی کو یاد کرتا ہے۔

پاکستانی کمانڈوز بے وفا نہیں تھے ——— یہ تو وہ جھرنے تھے جہاں سے وفاؤں کے چشمے پھوٹتے ہیں' ہمارے حکمران بے وفا تھے ——— اور شاید بے حیاء بھی لیکن یہ عالمی تعلقات کی نزاکتیں' یہ سفارتی مجبوریاں یہ بدبختیاں اور یہ کمزوریاں ان کو نہیں بتلائی جا سکتیں جنہوں نے آزادی کے خواب دیکھے ہوں اور جن کو لٹتی عزتوں کی صورت میں تعبیریں ملی ہوں۔

متحدہ جہاد کونسل کے چیئرمین اور حزب المجاہدین کے سپریم کمانڈر سید صلاح الدین بتاتے ہیں کہ "1989ء میں جب ہم نے مسلح تحریک شروع کی تو راجوڑی اور پونچھ والوں نے کہا کہ پاکستان پر کبھی اعتماد نہ کرنا لیکن ہم انہیں قائل کرتے رہے کہ

allurdupdfnovels.blogspot.com

سال بعد چند درج جوانوں نے جہاد میں شمولیت اختیار کی۔ ان میں سے کچھ نوجوان کرگل میں لڑ رہے ہیں۔"

سید صاحب کا کہنا تھا کہ کرگل' ترتک' اور شکو کی مقامی آبادی مجاہدین کی اسی طرح مدد کر رہی ہے جیسے کبھی پونچھ اور راجوڑی والوں نے کمانڈوز کی مدد کی تھی اور اگر کرگل سے واپسی ہوئی تو پورے کشمیر کے جذبات وہی ہوں گے جو پونچھ اور راجوڑی والوں کے تھے۔

لیکن ہوا کیا؟

پھر وہی امریکی دباؤ اور پھر وہی پسپائی اور بے وفائی

بار بار کی بے وفائیاں امریکی خاکے میں رنگ بھر رہے ہیں۔ حکمران جو مرضی جھوٹ کہتے رہیں حقیقت یہی ہے کہ حکمران مقبوضہ کشمیر کے عوام کو پاکستان سے بد ظن کرنے کے امریکی ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں۔ امریکہ حالات کو اس نہج پر لے جانا چاہتا ہے جب کشمیر پاکستان کی طرف سے زخم کھا کھا کر مایوس ہو جائیں اور آخر کار وہ الحاق پاکستان کا مطالبہ ترک کرتے ہوئے محض آزادی پر مطالبہ کرنے لگیں یہ جو حکومتی اہلکاروں کے اس قسم کے بیان آئے کہ کرگل کی خاطر پاکستان داؤ پر نہیں لگا سکتے یہ اسی ایجنڈے کی تکمیل کا مذموم حصہ ہیں۔ جب حالات یہاں تک آ جائیں گے اور کشمیریوں کو حق الیقین ہو جائے گا کہ پاکستان ان کے ساتھ مخلص نہیں تو پھر وہ محض غیر جانبدار ہو کر الحاق پاکستان کا مطالبہ ترک کرتے ہوئے صرف آزادی نہیں مانگیں گے بلکہ پاکستان مخالف جذبات بھی پیدا ہوں گے۔ اس موقع پر امریکہ بیچ میں کود دے گا۔ Antipakistan جذبات کو مزید بھڑکاتے ہوئے وہ اپنے ایجنڈے کے آخری حصے پر عمل پیرا ہو جائے گا اور وہ ہو گا ـــــ خود مختار کشمیر کا قیام۔

خود مختار کشمیر سے امریکی مقاصد تو پورے ہوں گے ہی پاکستان کے لئے دوہری مصیبت بھی کھڑی ہو جائے گی۔ وہ یہ کہ خود مختار کشمیر اور ہمارے تعلقات برادرانہ نہیں مخاصمانہ ہوں گے۔ ماضی کی بے وفائیاں گلے پڑ جائیں گی۔ اس وقت تک

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

وزیر اعظم صاحب اور "ان کے بیٹوں کا مستقبل" تو شاید ماضی میں بدل چکا ہو لیکن نجانے کتنی نسلوں کو عذاب سہنے پڑیں۔

منصوبہ ہر پہلو سے آگے جا رہا ہے۔ امریکہ کی طرف سے اب طرف مسئلہ کا جو بھی حل آیا ہے اسی سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر آیا ہے U.N.O کی قراردادوں کو ڈی ویلیو کرنے کے لئے اس نے اعلان لاہور کو بہترین فورم قرار دلوایا کیونکہ اعلان لاہور ایک بانجھ معاہدہ ہے جس کے بطن سے کچھ برآمد نہیں ہو گا۔ دو طرفہ مذاکرات مسئلہ کو حل نہ کرانے کی سازش ہیں۔ مسئلہ کے حل کی تمام تجویزیں عوام میں پہنچائی جا چکی ہیں اور پاک بھارت تجارت' بس سروس اور وزیر اعظم کا بیان کہ "مجھے بھارت سے دوستی کا مینڈیٹ ملا ہے" ان تجاویز کے لئے گراؤنڈ بنانے کی امریکی سازش کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

چونکہ مغرب امریکہ کی مکمل پشت پناہی کرنے اس کے ایجنڈے کی تکمیل کے کوشاں ہے اور ہمارے حکمران مٹی کی مادھو بنے بیٹھے ہیں اس لئے ہمیں اب اٹھنا ہو گا' ہر محاذ پر فکری' نظریاتی' عسکری ہر محاذ پر۔

ہمیں امریکی تجاویز کو سمجھنا ہو گا اور اس کے مضمرات پر بحث کر کے کسی نتیجے پر پہنچنا ہو گا ـــــ تو اب ہم ان امریکی تجاویز کا ایک سرسری جائزہ لیتے ہیں۔

(i) کشمیر کو سوئٹزر لینڈ کی طرز پر خود مختار حیثیت دے دی جائے

قارئین' سوئٹزر لینڈ ایک طویل جنگ کے بعد بنا تھا اور خطے کی تمام طاقتوں نے اس کی غیر جانبدارنی کی گارنٹی دی تھی تب جا کر وہاں طاقت کا توازن پیدا ہوا تھا۔ کشمیر میں صورت حال یکسر مختلف ہے۔ اس کے ایک طرف ہے جو مستقبل کی عالمی طاقت بھی ہے' دوسری طرف بھارت ہے جو ہر کمزور کو کھا جانا اپنا ازلی حق سمجھتا ہے اور تیسری طرف پاکستان ہے جو کشمیر کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ قائداعظمؒ اسے پاکستان کی شہ رگ قرار دے چکے ہیں۔ کشمیر کو اگر سوئٹزر لینڈ کی طرز پر خود مختاری دینا ہے تو ان تینوں

allurdupdfnovels.blogspot.com

ریاستوں کی منظوری لینا پڑے گی۔ چین اس پر رضامند نہیں ہو گا۔ اب کشمیر کو دفاع کی ضرورت پڑی تو یہ کون فراہم کرے گا۔ چین کو کون روک سکے گا؟——— صرف امریکہ اور اس کا یہاں آنا خطے میں ایک نئے اسرائیل کا قیام ہو گا۔

(ii) کشمیر 15 برس کے لئے U.N کی ٹرسٹی شپ میں

دوسری تجویز یہ ہے کہ کشمیر کو پندرہ برس کے لئے اقوام متحدہ کی ٹرسٹی شپ میں دے دیا جائے۔ کشمیر کا نظام اقوام متحدہ چلائے اور 15 برس بعد کشمیریوں کو اظہار رائے کا حق دے کر کشمیر کی قسمت کا فیصلہ کر دیا جائے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ U.N.O پندرہ برس کشمیر چلا سکتی ہے تو اپنی قراردادوں پر عمل کیوں نہیں کرا سکتی؟

پھر کی کہ کیا کشمیریوں کی ذہنی سطح آج اتنی پست ہو چکی ہے کہ انہیں محض اظہار رائے کے لئے 15 برس انتظار کرایا جائے؟

نیز اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ اقوام متحدہ کی آڑ میں امریکہ وہاں نہیں گھسے گا اور 15 برس بعد U.N کشمیری چھوڑ دے گی؟

(iii) کشمیر کو بضر ریاست بنا دیا جائے

یہ تو واضح طور پر بدنیتی پر مبنی تجویز ہے۔ کشمیر قطعاً یہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ وہ پاکستان' بھارت اور چین کے درمیان بضر ریاست بنے اور پھر باقی بھی رہے۔ ہم افغانستان کا حشر دیکھ چکے ہیں۔

اگر کشمیر کو بضر ریاست بنا دیا جاتا ہے تو چین اس کو آنکھیں دکھانا شروع کر دیتا ہے پھر کیا ہو گا؟

بھارت اس پر چڑھ دوڑا تب کون جوابدہ ہو گا؟

اور یہ کہ امریک اسلامی بنیاد پرستوں کے حملوں کا ڈھونگ رچا کر وہاں دفاع کے

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

لئے گھس گیا تو اس کو کون نکالے گا؟

یہ سارے منصوبے اصل میں امریکی مفادات کے گرد گھومتے ہیں۔ ہمیں اپنی پالیسیوں کا از سرنو جائزہ لے کر اپنے اہداف متعین کرنا ہوں گے۔ عالمی فورم پر ہم چاہے یہ بات نہ کریں لیکن ہماری پالیسیاں بناتے وقت یہ امر ضرور ملحوظ رکھا جائے کہ امریکہ بذات خود مسئلہ کشمیر کا ایک فریق ہے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

باب 8

سیاست بازوں کی پھرتیاں

اس سارے قصے کے دوران ہمارے اہل سیاست نے جس کردار کا مظاہرہ کیا وہ من حیث القوم ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہونا چاہئے۔ سیاستدانوں کی اس بھیڑ میں جہاں ایک ڈھونڈو تو 100 رہنما ملتے ہیں جنرل حمید گل اور پروفیسر خورشید احمد کے علاوہ ایک بھی ایسا نہ تھا جس کی قوم کی فکری رہنمائی کرنے کی ضرورت محسوس کی ہو۔ سیاستدانوں کی اکثریت نے اس عالم میں بھی اپنی دکانداری سجانے کو اولیت دی جب قوم کا وقار داؤ پر لگ چکا تھا اور اس کی عزت لٹ چکی تھی۔

مسلم لیگ اور اس کے حواریوں کی حالت تو بہت ہی بدتر تھی۔ ارکان اسمبلی کہہ رہے تھی "میں نواز شریف کا کتے سے زیادہ وفادار ہوں"، مسلم لیگ کے ووٹوں کے صدقے سینٹ کی سیٹ پر بیٹھ کر اسلامی نظام لانے میں کوشاں ساجد میر شرعی حوالے لے کر نحمدہ و نصلی الیہ کی آڑ میں جماعت اسلامی حزب المجاہدین اور لشکر طیبہ پر پل پڑے' اعلان واشنگٹن کو صلح حدیبیہ قرار دیا جانے لگا اور بات بات پر استحقاق کی تحاریک پیش کرنے والے ہمارے معزز اراکین اسمبلی کو سانپ سونگھ گیا۔

نوائے وقت نے اپنی 29 جولائی کی اشاعت میں یہ ہوش ربا انکشاف کر کے قوم کو دکھ اور درد میں ڈبو دیا کہ معرکہ کرگل کے دوران کابینہ کے بعض ارکان نے اجازت لئے بغیر غیر ملکی سفیروں سے ملاقاتیں کیں اور غیر ذمہ دارانہ رویہ اپناتے ہوئے قومی راز افشاء کئے۔ قوم کے ووٹوں پر منتخب ہونے والے ان قائدین کی دیکھا

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

دیکھی اعلیٰ سرکاری افسران نے بھی نمبر ٹانکنے کی خواہش میں غیر ملکی سفارتکاروں کے در دولت پر حاضریاں دیں اور تقریبات میں شریک ہوئے۔ معلوم نہیں حکومت اس بات پر کچھ ایکشن لیتی ہے یا نہیں تاہم اس سے اتنا ضرور واضح ہو گیا ہے کہ قوم کی تقدیر ہم نے جن لوگوں کے ہاتھ میں دے رکھی ہیں وہ کسی اور قوت سے مخلص ہیں اور انہیں پاکستان کی سالمیت بقاء اور تحفظ سے کوئی دلچسپی نہیں۔

مسلم لیگی اراکین نے اور خصوصاً وزراء کرام نے جس قدر جھوٹ بولا اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا وہ ہماری قومی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے۔ جولائی کے آخری عشرے میں مشاہد حسین سید نے لاہور ہائی کورٹ بار سے خطاب کرتے ہوئے جس غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا وہ باعث شرم ہونا چاہئے۔ ڈھٹائی کی انتہا ملاحظہ کیجئے کہ وزیر اطلاعات و نشریات اس بات پر خوش ہوتے پائے گئے کہ انہوں نے مسئلہ کشمیر میں امریکی مداخلت کو یقینی بنایا ہے انکا کہنا تھا کہ اب امریکہ یہ مسئلہ حل کرا دے گا لیکن فوراً ہی وہ اپنی بات میں پھنس گئے کہنے لوگ کہتے ہیں ہم تنہا ہو گئے ہیں میں پوچھتا ہوں کیا بین الاقوامی کمیونٹی میں صرف امریکہ اور جی ایٹ ہی رہ گئے ہیں یعنی ایک طرف تو انہوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ امریکہ اور جی ایٹ کے علاوہ باقی ممالک کے ہمارے حق میں ہونے کا حمید گل کا دعویٰ بالکل ٹھیک تھا اور دوسری طرف انہوں نے اپنے ہی اس دعوے کا پول کھول دیا کہ امریکہ اور جی ایٹ ہمارے حق میں مسئلہ کشمیر حل کرانے کا عندیہ دے چکے ہیں۔ یہ گویا وفاقی وزیر کی طرف سے اس بات کا اعلان تھا کہ امریکہ اور جی 8 نے اس سارے مسئلے میں ہمارے خلاف معاندانہ رویہ اپنائے رکھا۔

مشاہد حسین سید نے فرمایا کہ ہمارے دعوؤں پر نہ جایئے یہ دیکھئے بھارتی اخبارات کیا کہہ رہے ہیں؟ مشاہد حسین سید نے یا تو خود بھارتی اخبارات کا مطالعہ نہیں کیا تھا یا وہ حسب روایت جھوٹ بولنے کی مشق دہرا رہے تھے کیونکہ بھارتی پریس نے اعلان واشنگٹن کے بعد ہمیں جس انداز میں طنز کا نشانہ بنایا اور جتنی لعن طعن کی اس کے بعد تو شرم کے مارے وفاقی وزیر کو بھارتی پریس کا حوالہ ہی نہیں دینا چاہئے تھا

allurdupdfnovels.blogspot.com

(تفصیلات کے لئے باب 2۔ اعلان واشنگٹن) دوسری طرف وزیراعظم کے پولیٹیکل سیکرٹری لیفٹیننٹ کرنل (ر) مشتاق حسین طاہر خیلی کا رویہ بھی خاصا شرمناک تھا۔ پورا عالمی میڈیا چیخ چیخ کر سری نگر سے کرگل تک سڑک کے تناظر میں اس مسئلے کو پیش کر رہا تھا، لشکر طیبہ کے امیر حمزہ ہر جلسے میں نقشے لہرا رہے تھے مگر طاہر خیلی صاحب نے تمام حقائق کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے نوائے وقت کو انٹرویو دیتے ہوئے کرگل سے واپسی کی یہ توجیح پیش کر دی کہ چونکہ کرگل سے سری نگر کوئی راستہ نہیں جاتا اس لئے کرگل پر قبضہ فضول تھا سو ہم نے واپسی کا وعدہ کر لیا۔ تعلیم کے وفاقی پارلیمانی سیکرٹری چوہدری اشرف تو ان سب سے آگے نکل گئے۔ فرمایا: کرگل سیاچن سے منسلک ہے کشمیر سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

اور سردار قیوم خان نے تو حد ہی کر دی۔ 29 جون 1999ء کو میریٹ ہوٹل اسلام آباد میں زاہد ملک، جنرل حمید گل، اسلم بیگ، ایڈمرل سروہی، ایس۔ ایم قریشی، جنرل ایاز اور محترمہ کنیز فاطمہ کے سامنے سردار صاحب نے حلفاً وعدہ کیا کہ کرگل سے واپسی کی مخالفت ہو گی مگر چند دنوں میں سب کچھ بھول بھلا کر یوں گھومے کہ سارا نزلہ کشمیری مجاہدین پر گرانا شروع کر دیا۔ لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے والے سردار عبدالقیوم نے معرکہ کرگل کے دوران جس کردار کا مظاہرہ کیا اس سے قوم اور کشمیر کاز کو جو نقصان پہنچا سو پہنچا البتہ ان کی سیاسی جاگیر ضرور محفوظ ہو گئی اور اب کشمیر میں مسلم کانفرنس کے مقابلے میں مسلم لیگ کے قیام کے دور دور تک کوئی امکانات نہیں پائے جاتے ——

کس کس پر بات کی جائے، غیرت کے کتنے نوحے لکھے جائیں، اور عزت و وقار کی نیلامی پر کتنی آہ و بکا کی جائے۔

کسی مرد خود آگاہ نے ٹھیک ہی تو کہا تھا

میرے وطن کی سیاست کا حال مت پوچھو
گھری ہوئی ہے طوائف تماش بینوں میں

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

باب 9

بے توقیری، کب تک؟

کرگل پہلا موقع نہیں کہ امریکہ نے دوستی کی آڑ میں ہمارے اہداف کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور ہمارے حکمران اس کا بچہ جمورا بن گئے۔ ناانصافی، دھاندلی اور بے وفائی کی یہ تاریخ بہت پرانی ہے۔

جس کا آغاز اس روز ہو گیا تھا جب امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے حکومت برطانیہ کو خط لکھ کر اپنی پالیسی واضح کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ چاہتا ہے حکومت برطانیہ متحدہ ہندوستان کو آزاد کرے اسے دو حصوں میں تقسیم کرنا ایک اچھا فعل نہیں ہو گا۔

امریکی خواہشات کے برعکس جب دنیا کے نقشے پر ایک اسلامی سلطنت وجود میں آ گئی تو اس نے کھل کر معاندانہ کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ پاکستان کو شروع روز سے ہی معاشی مسائل درپیش تھے۔ خزانہ خالی تھا، صنعتی ڈھانچہ تباہ ہو چکا تھا، اسلحہ کی سب فیکٹریاں بھارت میں تھیں، دفاتر تک مفقود تھے اور اگر دفتر موجود تھا تو فرنیچر غائب تھا یہ وہ مسائل تھے جنہوں نے پاکستان کو پہلی مرتبہ امریکہ سے معاشی امداد مانگنے پر مجبور کیا چنانچہ اکتوبر 1947ء میں حکومت پاکستان نے میر لائق علی کو دو ارب ڈالر قرض کے حصول کی خاطر واشنگٹن بھیجا۔ پاکستان کی طرف سے قرض کی رقم کا جواز پیش کرتے ہوئے کہا کہ

"ضرورت ہے تو مالیات کی بلکہ مالیات کے مستقل سرچشمے کی —— دفاع، فوجیوں کی تنخواہ اور معاشی ترقی کے لئے کہ جس پر پاکستان کا انحصار ہے پاکستان اگر کسی

allurdupdfnovels.blogspot.com

کی طرف دیکھ سکتا ہے تو وہ امریکہ اور برطانیہ ہی ہیں۔ (1)

ساتھ ہی امریکہ کو یہ یقین دہانی کرائی گئی کہ ایک دفعہ پاکستان دفاعی لحاظ سے مضبوط ہو جائے پھر آپ دیکھیں گے پاکستان کے باشندے آپ کا کیسا بھرپور ساتھ دیں گے (1)

پاکستان کی طرف سے وعدوں اور دعوؤں سے مزین اس درخواست کا حشر یہ ہوا سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے نیچے کے چار افسران نے اسے اپنے طور پر ہی مسترد کر دیا اور اعلیٰ حکام تک بھیجنے کی ضرورت ہی نہ محسوس کی۔ یوں میرلائق علی ایک ناکام دورے سے واپس لوٹ آئے۔

امریکہ نے تو پاکستان کی معاشی امداد کی درخواست نچلی سطح پر ہی مسترد کر دی مگر پاکستان نے پھر بھی امریکہ کو نیک خواہشات کا پیغام بھیجتے ہوئے وزیراعظم کے دورے کا عندیہ دیا جس کے جواب میں امریکی صدر ٹرومین نے پنڈت نہرو کو امریکی دورے کی دعوت دے دی گویا امریکہ نے پاکستان کو علاقائی تناظر میں قطعاً غیر اہم سمجھتے ہوئے یکسر نظرانداز کر دیا۔ بھارت کو امریکہ دورے کی دعوت ملی تو روس نے پاکستان کو اپنے ہاں دورے کی دعوت دے ڈالی۔ جب امریکی پالیسی سازوں نے پاکستان کو روس سے منسلک ہوتے دیکھا تو انہیں پہلی دفعہ اپنے مفادات خطرے میں نظر آئے اور پاکستان کی اہمیت کا احساس ہوا چنانچہ امریکہ نے بھی پاکستان کو دورے کی دعوت دے دی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ لیاقت علی خان ایک آزاد اور باوقار قوم کے نمائندے کے طور پر پہلے روس کا دورہ کرتے اور اس کے بعد مناسب سمجھتے تو امریکہ کا دورہ کر لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہ تھا لیکن وزیراعظم تو گویا اس گھڑی کو منتظر تھے انہوں نے جھٹ سے روس کا دورہ منسوخ کیا اور امریکہ تشریف لے گئے۔

امریکی رویوں میں یہ حیران کن تبدیلی کیوں آئی؟

ابھی تھوڑا عرصہ قبل تو اس کے معمولی اہلکاروں نے پاکستان کی درخواست کو

1- اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کا اندرونی خط نمبر 2747- 845F 51/10 مورخہ 18 اکتوبر 1947ء

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

حقارت سے ٹھکرا دیا تھا پھر کیا وجہ تھی کہ اچانک پاکستان اسے اس حد تک اچھا لگنے لگا کہ اس نے وزیراعظم کو دورے کی دعوت دے دی۔

اس تبدیلی کی واحد وجہ امریکی مفادات تھے۔ جب سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے پاکستان کی معاشی امداد کی درخواست کو رد کر دیا تو امریکی پالیسی ساز اداروں کو فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ 16 اگست 1949ء کو اسسٹنٹ سیکرٹری آف سٹیٹ مک گھی نے بیرونی فوجی امداد کے کوآرڈی نیٹر کو ان الفاظ میں تنبیہہ کی: "پالیسی کے بارے میں ہمارے تمام مطالعات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جنوبی ایشیاء کے ممالک میں اپنے قومی سیاسی اہداف کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان کی فوجی امداد کی درخواستوں پر ہمدردی کے ساتھ غور کریں"

یہ وہ دور تھا جب امریکہ اور روس کے درمیان کشمکش شروع ہو چکی تھی اور جارج ایف کینان اپنے مشہور مضمون "سوویت طرز عمل کے سرچشمے" میں روسی خطرے کی نشاندھی کرتے ہوئے اُس کے اثرات محدود کر دینے پر غور کر رہا تھا۔ دوسری طرف عالمی سطح پر چند ایسے واقعات نے جنم لیا جن سے امریکہ لاتعلق نہ رہ سکا۔ ایران' یونان اور ترکی میں روسی مداخلت شروع ہو گئی اور چین میں کمیونسٹوں نے حکومت قائم کر لی جس پر امریکہ نے کمیونزم کے اثرات کو روکنے کا اصولی فیصلہ کر لیا۔

لیکن وہ روس سے براہ راست محاذ آرائی کے حق میں نہ تھا' وہ دوسرے ممالک کے کندھے پر بندوق رکھ کر اسے روس کے خلاف چلانا چاہتا تھا اسے ایسے ممالک درکار تھے جو اپنے اپنے علاقے میں امریکی مفادات کے لئے کام کر سکیں پاکستان اپنے محل وقوع کی بدولت امریکہ کے مفادات کے فریم ورک میں فٹ بیٹھتا تھا چنانچہ اس کی نظرکرم پاکستان پر پڑی۔ وہ پاکستان کی صورت میں ایک ایسا حلیف چاہتا تھا جو خطے میں اس کے مفادات کا تحفظ کر سکے۔ 25 جنوری 1951ء کو صدر ٹرومین نے کہا "امریکہ کو علاقے کے وسائل اور منڈیاں دستیاب ہونی چاہئیں" انہوں نے کراچی سے مشترک فوجی

allurdupdfnovels.blogspot.com

کارروائیاں کرنے پر بھی زور دیا۔ ان کا کہنا تھا: "بحرہند پر اپنے محل وقوع اور وسط ایشیاء کے زمینی راستوں پر کنٹرول کی وجہ سے جنوبی ایشیاء میں پاکستان ہمارا ایک قیمتی حلیف ہے"

پاکستان کے بارے میں امریکہ کیا سوچ رہا تھا اس کا اندازہ لگانے کے لئے ہم 3 اپریل 1950ء اور یکم جولائی کے امریکی پالیسی بیانات کو ایک نظر دیکھتے ہیں (1)

1- "پاکستان سے تعلقات میں ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ اس کی حکومت اور لوگوں کا رخ امریکا اور دیگر مغربی جمہوریتوں کی طرف رہے۔

2- پاکستان سیاسی طور پر آزاد رہے مگر دفاع اور معیشت کے لئے بیرونی امداد کا محتاج نہ رہے۔

3- ہمارا ایک اہم ہدف یہ ہے کہ: "پاکستان میں ایسا رویہ پروان چڑھائیں کہ وہ امریکا اور اس کے اتحادیوں کو وہ تمام سہولتیں' وسائل و ذرائع اور منڈیاں فراہم کرے جو انہیں حالت امن میں مطلوب ہوں یا حالت جنگ میں درکار۔"

4- پاکستان میں ہمارے اہداف کے لئے ایک خطرہ اور ہے جو کمیونزم کی طرح عیاں نہیں ہیں۔ یہ جاگیرداروں کے رجعت پسند گروہوں اور غیر تعلیم یافتہ مذہبی رہنماؤں کی طرف سے ہے جو مغرب پسند حکومتوں کی مخالفت کر رہے ہیں اور اسلام کے وقیانوسی اصولوں کی طرف واپس لوٹنا چاہتے ہیں۔ ان کی قوت کا سرچشمہ عوام کے مذہبی جذبات اور جاہل لوگوں کی طرف سے تغیر و تبدل کی مخالفت ہے اگر یہ غالب آ گئے تو پاکستان ایک مذہبی ریاست بن جائے گا۔"

بعد کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ امریکہ نے اپنی پالیسیاں انہی خطوط پر استوار کیں اور آج ہم دفاعی اور معاشی طور پر اس کے دست نگر بنے ہوئے ہیں' خطے میں اس کے مفادات کے محافظ بنے بیٹھے ہیں اور اسلام کے نام پر بنی اس ریاست میں اسلامی نظام نافذ نہیں کر پا رہے۔ ہماری پالیسیاں باہر سے بن کر آتی ہیں' ہمارا بجٹ غیر ملکی بناتے ہیں' انہی کی ڈکٹیشن پر عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ لاد دیا جاتا ہے۔

1- Foreign Relations of the U.S. washington, 1949 .1951 (امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ)

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

1965ء کی جنگ' 1971ء کی ہزیمت ہو یا کرگل کا سانحہ' ہر موقع پر امریکہ نے ہمیں اپنے مفادات کی تکمیل کے لئے تو استعمال کیا مگر ہمارے مفادات' آزادی اور خودداری کا کبھی خیال نہ رکھا۔ وہ اس وقت تک ہمارے ساتھ ہے جب تک ہم اس کے مفادات کی تکمیل میں کوئی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جب ہم اس قابل نہ رہے تو حرف غلط کی طرح بھلا دیئے جائیں گے۔

نصف صدی اس بات کی گواہ ہے کہ امریکہ کی کاسہ لیسی کر کے ہمیں کچھ نہیں ملا الٹا ہم نے زخم ہی کھائے ہیں اور اپنے مفادات کو قربان کیا ہے۔ ابھی سب کچھ نہیں لٹا۔ اب بھی سنبھلا جا سکتا ہے۔ ہمیں طے کرنا ہو گا امریکہ کاسہ لیسی آخر کب تک؟

کب ہم ایک قوم بنیں گے؟

ایسی قوم'———

جو اپنے اہداف کا تعین خود کرے' جو اپنی پالیسیاں خود وضع کرے اور پھر ان کی تکمیل میں کوئی دباؤ خاطر میں نہ لاتے ہوئے ڈٹ جائے۔

اکیسویں صدی کا استقبال کرتے ہوئے ہمیں یہ سوچنا ہو گا کہ ہم آخر کب تک ایک ہی سوراخ سے سے جاتے رہیں گے۔ یہ بے توقیری آخر تک تک———؟؟ ہمیں امریکہ کے بارے میں ٹھوس پالیسی مرتب کرنا ہو گی۔ آپشنز بے شمار ہیں۔ ہمیں ان کا جائزہ لینا ہو گا اور مواقع سے فائدہ ہی نہیں اٹھانا مواقع پیدا بھی کرنا ہوں گے———کیا عجب کہ آنے والی صدی ہمیں ہماری عظمت رفتہ لوٹا دے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

حوالہ جات

1۔ افتخار احمد سید' کلنٹن کی ذاتی دلچسپی ـــ حقیقت کیا ہے (محاذ کشمیر' ستمبر 1999ء)

2۔ انتھونی سپائتھ' Rock and a Hard Place (ٹائم۔ 19 جولائی 1999ء)

3۔ ایڈرین لیوی Nuclear alert soundig on Kashmir (سنڈے ٹائمز۔ 30 مئی 1999ء)

4۔ ارشاد محمود' آپریشن وجے کی اندرونی کہانی (امت 2 جون 1999ء)

5۔ امیت براہو' A 'sell-out' and some hard-sell (فرنٹ لائن 17 جولائی 1999ء)

6۔ امیت براہو' Pakistan's Strateg (فرنٹ لائن۔ 5 جون 1999ء)

7۔ امین The Enhanced Danger of a Clash Over Kashmir (ہیرالڈ ٹریبیون 30 مئی 1999ء)

8۔ ایم۔ جے۔ اکبر The Blind Hawks of B.J.P (ایشن ایج۔ 5 جون 1999ء)

9۔ ایاز امیر For This submision what Gain (ڈان۔ 23 جولائی 1999ء)

10۔ ارشاد حقانی' اعلان واشنگٹن' تازہ ترین صورت حال (جنگ۔ 20 جولائی 1999ء)

11۔ بریگیڈئر (ر) اے آر صدیقی' 1965 War Onwards (نیشن۔ 20 جولائی 1999ء)

12۔ براہما چیلینی' Blumdering on Kashmir (ہندوستان ٹائمز۔ 2 جون 1999ء)

13۔ پراوین سوامی' Another Summer of Killing (فرنٹ لائن۔ 17 جولائی 1999ء)

14۔ پراوین سوامی' The Final Assault and the withdrawal (فرنٹ لائن 17 جولائی 1999ء)

15۔ پروفیسر خورشید احمد' اعلان واشنگٹن اور کرگل سے پسپائی (ترجمان القرآن اگست 1999ء)

16۔ پامیلا کانسٹیبل' Pakistan and its Army Collide Over Kashmir (ہیرالڈ ٹریبیون۔ 31 جولائی 1999ء)

17۔ ٹونی کلفٹن' Terror Tactics High Over The Himalayas (نیوزویک۔ 7 جون 1999ء)

18۔ ٹونی کلفٹن' Bloody Reward (نیوزویک۔ 19 جولائی 1999ء)

19۔ جیسن برک' All Furry No Punch (انڈیا ٹوڈے۔ 26 جولائی 1999ء)

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI

20۔ جان کیرن' Spot light on Siachin (فرنٹ لائن۔ 17 جولائی 1999ء)

21۔ جنرل حمید گل' رہ نما مضامین (تحریک اتحاد کا پمفلٹ اگست 1999ء)

22۔ حامد میر' جوان کون دے گا؟ (اوصاف۔ 16 جولائی 1999ء)

23۔ 23۔ حامد میر' خفیہ سفارتکاری کی اصل کہانی (اوصاف۔ 3 جولائی 1999ء)

24۔ حامد میر' وزیراعظم نواز شریف سے 10 سال (اوصاف۔ 13 جولائی 1999ء)

25۔ حریندر بویجا The New Minefields (انڈیا ٹوڈے۔ 2 اگست 1999ء)

26۔ خرم مراد' اشارات (ترجمان القرآن اگست 1999ء)

27۔ خالد محمود کھوکھر' کرگل' تاریخ کیا کہتی ہے (نوائے وقت۔ 27 جولائی 1999ء)

28۔ ڈیوڈ آر' India Vows to Continue Air Strikes in Kashmir (دی ٹائمز۔ یکم جون 1999ء)

29۔ ڈاکٹر فاروق حسن' دورہ واشنگٹن کا پاکستان کو کیا فائدہ ہوا؟ (جنگ 20 جولائی 1999ء)

30۔ روجیت سرن' Short on Fire Power (انڈیا ٹوڈے۔ 26 جولائی 1999ء)

31۔ سری دھار کرشن سوامی' US wants India Pak to Resume Dialogues (ہندو۔ 16 جولائی 1999ء)

32۔ سوزن گولڈن برگ' India's Balancing Act On Kashmir (گارڈین۔ یکم جون 1999ء)

33۔ سوزن گولڈن برگ Pakistan's Premier Reaches For the Hotline (گارڈین۔ 29 مئی 1999ء)

34۔ سواپن داس گپتا' Unlearing Kargil (انڈیا ٹوڈے۔ 2 اگست 1999ء)

35۔ سلطان احمد' Rise In India's Military Spending (اڈان۔ 6 مارچ 1999ء)

36۔ سری دھار کرشن سوامی' A Firm American Demand (فرنٹ لائن۔ 17 جولائی 1999ء)

37۔ سکمار مرلی دھرن' Diplomacy in Question (فرنٹ لائن۔ 17 جولائی 1999ء)

38۔ سواپن داس گپتا' Uniting India (انڈیا ٹوڈے۔ 26 جولائی 1999ء)

39۔ سیلاڈگر' Guerrillas Down Indian Helicopter in Kashmir (ہیرالڈ ٹریبیوں 30 مئی 1999ء)

allurdupdfnovels.blogspot.com

40۔ سنیل کیلانی How the Kargil Guns Could be Silenced (سنڈے ٹیلیگراف۔ 30 مئی 1999ء)

41۔ شاہین صہبائی' US Senator Suggests Kashmir's Division (نیوز ٹیم مارچ 1999ء

42۔ شیلا راول' The Day After(انڈیا ٹوڈے۔ 26 1999ء)

43۔ شیریں مزاری' Misguided perceptions(دی نیوز 16 جولائی 1999ء)

44۔ شاندار تارائے' Statemanship as the Kashmir Pot Boils Again (بیرالڈ ٹریبون یکم جون 1999ء)

45۔ مائیکل فادرز' On The Brink(ٹائم۔ 7 جون 1999ء)

46۔ مائیکل فادرز' Fighting in the Heavens(ٹائم۔ 12 جولائی 1999ء)

47۔ مسیح رحمان' Can't stop the Madness(ٹائم۔ 23 اگست 1999ء)

48۔ وی۔ آر۔ راگھوان۔ The Conflict and Beyond (فرنٹ لائن۔ 17 جولائی 1999ء)

49۔ اداریہ۔۔ War in Kashmir (فائنشل ٹائمز 38 مئی 1999ء)

50۔ اداریہ۔۔ A Deal on Kargil (ہندوستان ٹائمز۔ 6 جولائی 1999ء)

51۔ اداریہ۔۔ Beyond Kargil (ہندوستان ٹائمز۔ 13 جولائی 1999ء)

52۔ اداریہ۔۔ Health Care (رائزنگ نیپال۔ 30 جولائی 1999ء)

53۔ اداریہ۔۔ The Coming Colour (دی آئی لینڈ۔ 25 جولائی 1999ء)

54۔ اداریہ۔۔ UN May be the Only Hope For Peace in Kashmir (دی انڈیپنڈنٹ 29 مئی 1999ء)

* * * *

کتابیات

1۔ ارشاد محمود' پاک بھارت مذاکرات (اسلام آباد۔ انٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز' ستمبر 1994ء)

2۔ محمد یوسف صراف' Kashmiris Fight For Freedom (لاہور۔ فیروز سنز لمیٹڈ۔ 1977ء)

One Urdu Forum . Com
® Scanned PDF By HAMEEDI